بناتِ اسلام

کی

دینی و علمی خدمات

جس کے پہلے باب میں طبقۂ خواتین اسلام سے حضرات عالمات، محدثات، فقیہات، مفتیات، حافظات، قاریات، معلمات، عابدات، زاہدات، مرشدات، شیخات، واعظات، شاعرات، ادیبات، کاتبات کے حیرت انگیز اور سبق آموز کارناموں کا ذکر ہے۔

اور دوسرے باب میں صحابیات و تابعیات کی اسلامی علوم کے ہر شعبہ میں بے نظیر خدمات و حالات درج ہیں۔

مولانا قاضی اَطہر مُبارکپوریؒ

بنَاتِ اسلام
کی
دینی و علمی خدمات

جس کے

پہلے باب میں طبقۂ خواتین اسلام سے حضرات عالمات، محدثات، فقیہات، مفتیات، حافظات، قاریات، معلمات، عابدات، زاہدات، مرشدات، شیخات، واعظات، شاعرات، ادیبات، کاتبات کے حیرت انگیز اور سبق آموز کارناموں کا ذکر ہے۔

اور دوسرے باب میں صحابیات و تابعیات کی اسلامی علوم کے ہر شعبہ میں بے نظیر خدمات وحالات درج ہیں۔

مولانا قاضی اَطہر مُبارکپوریؒ

کتب خانہ قاضی اطہر مبارکپوری
MUBARAKPUR-AZAMGARH
MUBARAKPURI LIBRARY

اِسلامِک بُک فاؤنڈیشن۔نئی دہلی

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ:
Islamic Book Foundation

Name of the Book : **Banat-e-Islam Ki Deeni wa Ilmi Khidmat**
Name of Author : Maulana Qazi Athar Mubarakpuri
Edition : 1427AH / 2006 AD
Published by : **Islamic Book Foundation**
An Institute of Islamic Research & Publication
1781, Hauz Suiwalan, New Delhi - 110002
Pages : 104
Price : Rs.40/-

نام کتاب : بنات اسلام کی دینی وعلمی خدمات
نام مصنف : مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ
سنہ اشاعت : ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء
صفحات : 104
قیمت : -/40 روپے
مطبع : ڈائمنڈ پرنٹرز، نئی دہلی
ناشر :

اسلامک بک فاؤنڈیشن۔نئی دہلی
Islamic Book Foundation
AN INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH & PUBLICATION
1781, Hauz Suiwalan, New Delhi-110 002

ISBN 81-89465-29-5

فہرست مضامین

عرضِ ناشر 7
اظہارِ تشکر 8
حالات مصنف علیہ الرحمہ 9
مقدمہ 15

باب اوّل

بنات اسلام کی علمی و دینی خدمات 17
علم حدیث میں بنات اسلام کا حصہ 17
تحصیل حدیث کے لئے سفر 20
طالبات کے لئے مخصوص نشست گاہ اور پردہ 23
محدثین کی طرف سے محدثات کو اجازت 25
مسندات 27
علمی و دینی القاب وخطابات 27
سند عالی 29
احادیث اور کتب احادیث میں منفردات 30
خاتمۃ الاصحاب 31
تحدیث وروایت اور اس کے طریقے 31
سماع 33
قراءہ 33

اجازہ 33
محدثات وشیخات کے درس گاہوں میں طلبۂ حدیث کا ہجوم 35
اجازۃ بالرّ ولیۃ 40
مختلف شہروں میں درس حدیث 40
محدثات وشیخات میں باہمی سماع وروایت 41
علم حدیث میں تصانیف 42
محدثات کی کتب ومرویات پر تخریج 44
فقہ وفتویٰ 45
حفظ قرآن، تجوید اور تفسیر 47
وعظ وتذکیر 49
رُشد وہدایت، تصوّف اور تزکیۂ نفس 51
شعر وادب 53
خطاطی اور کتاب وانشاء 56
مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کی تعمیر اور ان میں تعلیم وتربیت 58
ذاتی اوصاف وکمالات 63
اولاد کی اعلیٰ تعلیم وتربیت 66
اعتراف واحترام 70

باب دوم

طبقۂ صحابہؓ میں فقیہات ومُفتیات اور محدّثات 75
ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ 78
ام المؤمنین حضرت عائشہؓ 78
ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ 82
ام المؤمنین حضرت حفصہؓ 83

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ	83
ام المؤمنین حضرت میمونہؓ	84
ام المؤمنین حضرت جویریہؓ	85
حضرت فاطمۃ الزہراؓ	86
حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ	86
حضرت ام عطیہ انصاریہؓ	87
حضرت ام شریک انصاریہؓ	88
حضرت فاطمہ بنت قیسؓ	88
حضرت عاتکہ بنت زیدؓ	89
حضرت ام ایمنؓ	90
حضرت حولاء بنت تویتؓ	91
حضرت ام الدرداء الکبریٰؓ	92
حضرت زینب بنت ابوسلمہؓ	93
حضرت لیلیٰ بنت قائفؓ	93
حضرت سہلہ بنت سہیلؓ	94
حضرت غامدیہ ازدیہؓ	94
حضرت ام سلمہ بنت ابو حکیمؓ	95
حضرت ام یوسف برکہ حبشیہؓ	95
حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہؓ	95
حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریہؓ	97
حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریہؓ	98
حضرت ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہؓ	99
حضرت ام ہانی بنت ابوطالبؓ	100

عرض ناشر

مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری کی علمی اور دینی خدمات کی ملک اور بیرون ملک علمی و دینی حلقوں میں کافی شہرت ہے اور مولانا مرحوم کی گراں قدر تصانیف کا اچھا خاصا ذخیرہ مختلف موضوعات پر موجود ہے۔

الحمدللہ مولانا مرحوم کی ایک اہم تصنیف (بنات اسلام کی دینی وعلمی خدمات) اپنے موضوع پر اردو زبان میں نادر کتاب ہے اللہ تعالی نے اس کتاب کو قبول عام نوازا ہے پہلی بار تقریبا ۲۵ سال قبل بمبئی سے شائع ہوئی تھی دوسری مرتبہ دائرہ ملیہ مبارک پور اعظم گڈھ سے اور اب تیسری مرتبہ اسلامک بک فاؤنڈیشن دلی سے شائع ہورہی ہے جس میں مولانا مرحوم کے فرزند مولانا قاضی سلمان مبارک پوری کی حوصلہ افزائی کو خصوصی درجہ حاصل ہے۔

یہ ہمارے ادارہ کی خوش قسمتی ہے کہ مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ کی یہ کتاب ہمارے اشاعتی سلسلہ کی ایک اہم کڑی کے طور پر منظر عام پر آرہی ہے قارئین حضرات کو یہ بتاتے ہوئے دلی مسرت ہورہی ہے کہ ہم مورخ مبارک پوری کی دوسری اہم تصانیف کو بھی شائع کرنے کا عزم رکھتے ہیں تاکہ عامۃ الناس اس علمی خزانہ سے استفادہ کرسکیں۔

اللہ تعالی مصنف مرحوم کو جنت نصیب کرے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ان کی علمی اور دینی خدمات کو عوام تک پہونچائیں۔ آمین

ان شاء اللہ مورخ مبارک پوری کے اشعار کا مجموعہ "مے طہور" یعنی دیوان اطہر عنقریب منظر عام پر آنے والا ہے۔

منیجر
اسلامک بک فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار تشکر

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

والد مرحوم حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ کی کتاب ''بنات اسلام کی دینی وعلمی خدمات'' پہلی مرتبہ ۲۵ سال پہلے بمبئی سے شائع ہوئی تھی دوسری بار ''دائرہ ملیہ مبارک پور'' سے اور اب ''اسلامک بک فاؤنڈیشن دلی'' سے شائع ہورہی ہے۔

اللّٰہ جل جلالہ وعمّ نوالہ کا بڑا احسان ہے کہ مورخ اسلام کی کتابوں کے اشاعت کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے اور اب تک کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اکثر کتابیں عرصہ دراز سے ناپید تھیں اور زیر نظر کتاب اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے۔

عربی زبان میں اس موضوع پر کتابیں موجود ہیں مگر اردو زبان میں نہ ہونے کے برابر ہیں جیسا کہ مصنف کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے اور کتاب کے شروع میں مختصر سوانحی خاکہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ''اسلامک بک فاؤنڈیشن'' کے پروپرائٹر کو جن کی توجہ سے مورخ مبارک پوری کی کتابیں دوبارہ شائع ہورہی ہیں ان شاء اللہ عنقریب دوسری کتابیں بھی اس ادارہ سے شائع ہونے والی ہیں۔

طالب دعاء

قاضی سلمان مبشر مبارک پوری

حجازی منزل، مبارک پور۔ اعظم گڈھ

۲۸ رذی قعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق یکم دسمبر ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات مصنف علیہ الرحمہ

مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری کا خاندانی نام عبدالحفیظ بن شیخ حاجی محمد حسن ہے۔ انھوں نے ۴؍رجب ۱۳۳۴ھ؍ ۷؍مئی ۱۹۱۶ء کو محلہ حیدر آباد، قصبہ مبارک پور، ضلع اعظم گڈھ صوبہ اتر پردیش کے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو مغل بادشاہ ہمایوں کے دور حکومت میں راجہ سید شاہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ بانی مبارک پور کے ہمراہ ضلع الہ آباد کے کڑا مانک پور سے ترک سکونت کر کے یہاں آباد ہوا تھا۔

مولانا کے خاندان میں ایک عرصہ تک نیابت قضا کا عہدہ قائم تھا۔ اسی لیے آپ بھی قاضی کہے اور لکھے جاتے ہیں انگریزوں کے آخری دور میں محکمۂ قضا ایک اعزازی محکمہ تھا، مبارک پور کے قریب محمد آباد گوہنہ دارالقضا تھا اور قاضی محمد سلیم (متوفی ۱۲۶۶ھ) ربیع الآخر ۱۲۵۰ھ سے سولہ برس تک محمد آباد گوہنہ کے قاضی القضاۃ رہے جنھوں نے مولانا قاضی اطہر مبارکپوری کے جداعلیٰ شیخ امام بخش کو مبارک پور کا نائب قاضی مقرر کر کے اس حلقے میں اقامت و امامت جمعہ و عیدین، پیش آمدہ وقتی مسائل، نکاح، طلاق، وراثت، اختلاف بین المسلمین کے قضایا وغیرہ کی انجام دہی کی ذمہ داریاں سپرد کیں۔

مولانا نے گھر پر اور محلہ کے ایک گھریلو مکتب میں تیسرا پارہ پڑھنے کے دوران مدرسہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور میں داخلہ لیا۔ یہاں حافظ علی حسن سے ختم قرآن کر کے منشی عبدالوحید لاہر پوری سے اردو، منشی اخلاق احمد سے ریاضی اور مولانا نعمت اللہ مبارک پوری سے فارسی وخوش نویسی کی تعلیم پائی۔ صفر ۱۳۵۰ھ تا شعبان ۱۳۵۹ھ تقریباً دس برس تک اسی مدرسہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور کے باصلاحیت اساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین (متوفی ۲۲؍محرم ۱۴۰۴ھ) سے اکثر و بیشتر کتابیں پڑھیں، مولانا شکر اللہ مبارک پوری (متوفی ۵؍ربیع الاول ۱۳۶۱ھ) سے منطق و فلسفہ

کی زیادہ تعلیم، مولانا بشیر احمد مبارک پوری متوفی ۳رشوال ۱۴۰۴ھ سے علم منطق کی بعض کتابیں، مولانا محمد مظاہری سے تفسیر جلالین اور اپنے حقیقی ماموں مولانا محمد یحیٰ رسول پوری متوفی ۱۱رصفر ۱۳۸۷ھ سے عروض وقوافی اور ہیئت کے بعض اسباق کی تعلیم حاصل کر کے اردو، فارسی اور عربی میں صاحب کمال ہوئے۔ آخری سال دورۂ حدیث کے لیے جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد گئے اور وہاں حضرت مولانا سید فخر الدین احمد متوفی ۱۳۹۲ھ سے صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، مولانا سید محمد میاں متوفی ۱۶رشوال ۱۳۹۵ھ سے سنن ترمذی اور مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلی متوفی ۱۳۹۵ھ سے صحیح مسلم پڑھ کر ۱۳۶۰ھ میں سند حاصل کی۔

مولانا نے اپنی طالب علمی کے زمانہ ہی میں اپنی قوت مطالعہ وکثرت مطالعہ اور کتب بینی کی وجہ سے عربی زبان و ادب کے متعلقات و مبادی جیسے لغت، اشتقاق، ابواب، صلات، نحو، صرف، خاصیات وغیرہ کے باب میں بڑی صلاحیت وبصیرت حاصل کرلی تھی۔ ان کا عربی کا ذوق مقامات حریری، دیوان حماسہ، دیوان متنبی، سبعہ معلقہ کے درس اور لغت و ادب کی کتابوں کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ ابتداء میں کڑی محنت ومطالعہ کی برکت تھی کہ قاضی صاحب نے اپنی تعلیمی زندگی میں مشکل مقامات کو حل کرنے کی پوری پوری صلاحیت پیدا کرلی تھی جس کی وجہ سے اس دور کو نہایت نشاط علمی کے ساتھ گزارا۔ یہی وجہ تھی کہ قاضی صاحب کو اپنی طالب علمی کے دور ہی میں مدرسہ احیاء العلوم کے عربی تلامذہ کو بعض درسی کتابوں کی تدریس وتفہیم کی ذمہ داری ارباب بست و کشاد کی طرف سے سونپی گئی جس کو مورخ مبارک پوری نے نہایت خوش اسلوبی اور تمام تر علمی کامیابیوں کے ساتھ سرانجام دیا۔

مولانا کو ابتدا ہی سے کتابوں کے جمع کرنے اور خریدنے کا شوق تھا انھوں نے جلد سازی کرکے اس کی رقم سے بڑی اہم اہم کتابیں جمع کیں۔ کتاب ومطالعہ کے اس ذوق کی وجہ سے ان میں مضمون نگاری اور شعر و شاعری کا رجحان پیدا ہوا۔ اس طرح مولانا کا پہلا مضمون ''مساوات'' کے زیر عنوان رسالہ ''مومن'' بدایوں کے دسمبر ۱۹۳۴ء/ ۱۳۵۳ھ کے شمارہ میں شائع ہوا جو حصول تعلیم کی مدت ہے، اسی طرح مولانا کی پہلی نظم ''فرقان'' بریلی کے شمارہ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ میں ''مسلم کی دعا'' کے عنوان سے چھپی۔

مولانا مبارک پوری تکمیل تعلیم کے بعد شوال ۱۳۵۹ھ سے محرم ۱۳۶۴ھ تک یعنی ساڑھے چار سال تک اپنی مادر علمی احیاء العلوم میں عربی کے مدرس رہے۔ کچھ وقفہ کے بعد شوال ۱۳۶۶ھ سے صفر ۱۳۶۷ھ / کیم اکتوبر ۱۹۴۶ء تا جنوری ۱۹۴۷ء کل پانچ ماہ تک اسی مدرسہ میں عربی کے عارضی مدرس بھی رہے۔

مولانا فراغت کے بعد کافی مالی پریشانی میں رہے۔ امرتسر اور لاہور گئے۔ وہاں جنوری ۱۹۴۷ء میں مولانا عثمان فارقلیط مدیر روزنامہ "زمزم" کے نائب اڈیٹر بنائے گئے اور ان کی رہنمائی میں صحافت میں قدم رکھا لیکن وہ ۱۰ رجون ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند کی شورش سے وطن لوٹ آئے اور پھر کبھی نہ جاسکے۔ محرم ۱۳۶۷ھ / نومبر ۱۹۴۷ء تا رجب ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء بہرائچ میں ہفتہ وار اخبار "انصار" کے مدیر رہے جو سات ماہ کے بعد حکومت اترپردیش کی معاندت کے سبب بند ہوگیا۔ شوال ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء سے شعبان ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۹ء تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مدرس رہے۔ یہاں کا ایک سالہ تدریسی دور مولانا کی علمی وقلمی زندگی کا اہم ترین دور ہے۔ رجال السند والہند کی ابتدا یہیں ہوئی جو علمائے سندھ اور ہند کے احوال وکوائف میں ایک اہم کتاب سمجھی گئی ہے۔

تلاش معاش میں قاضی صاحب ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء میں بمبئی گئے اور وہاں جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کے دفتر میں کام کرنے لگے اس طرح آٹھ ماہ گزارنے کے بعد جب ۱۵ رجون ۱۹۵۰ء کو روزنامہ جمہوریت بمبئی کا پہلا شمارہ اشاعت پذیر ہوا تو مولانا اس کے نائب مدیر بنادیئے گئے آپ کی محنت اور لگن سے یہ روزنامہ چند ہی دنوں میں بمبئی کا مقبول ترین روزنامہ سمجھا جانے لگا اور 'روزنامہ انقلاب بمبئی' کی مقبولیت اور دائرۂ اثر کو بھی متاثر کرنے لگا۔ فروری ۱۹۵۱ء میں بمبئی کے مقبول ترین اخبار "انقلاب" سے وابستہ ہوکر اس کے نائب مدیر کے فرائض انجام دینے لگے۔ مولانا کے مضامین اور قلمی نوادر کی وجہ سے انقلاب کو بہت فروغ ملا۔ اس اخبار میں مولانا کے ہونے کو تو تین تین چار چار کالم ہوتے تھے مگر ان میں احوال و معارف کو جو ہر قسم کی معلومات کا خزانہ ہوا کرتا تھا قدیم و جدید دونوں حلقوں میں مقبولیت حاصل تھی۔ ۲۴ رفروری ۱۹۵۱ء سے ۱۰ راپریل ۱۹۹۱ء تک کے انقلاب میں مطبوع احوال و معارف کو اگر کتابی صورت میں الگ

الگ عنوان کے تحت مرتب کیا جائے تو کئی معیاری کتابیں صورت پذیر ہوسکتی ہیں اور اس طرح یہ منتشر اور پھیلا ہوا کالم علمی حلقوں میں مصادر و مراجع کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے۔ مگر یہ کام ایک مرد کار کی وجہ سے ہی انجام پاسکتا ہے۔

جب ۱۴ رمئی ۱۹۵۴ء کو ہفت روزہ ''البلاغ'' بمبئی کا اجرا ہوا تو اس کے ساتھ ماہنامہ ''البلاغ'' کی تاسیس بھی ہوئی، اور دوسرے دو مدیروں کے ساتھ مولانا کو بھی اس کی ادارت میں شریک کیا گیا کچھ دنوں کے بعد دونوں مدیران نے رسالہ سے ترک تعلق کرلیا مگر مولانا مبارک پوری نے تقریباً ۲۶ سال تک ''البلاغ'' کا مدیر تحریر رہ کر اس کو جاری رکھا۔

مولانا کی عملی زندگی علمی وقلمی انہماک واشتغال، سادگی و پرکاری، توکل و استغنا، ایمان و یقین، خود اعتمادی و خوش اعتقادی، حزم و احتیاط، نظم و ضبط، کم گوئی و استغراق، تفکر و تبحر، محنت و جانفشانی، جگر کاری و دل سوزی، یکسوئی و دل جمعی، ترتیب و تنظیم، تہذیب و شائستگی، خوش نظری و جہاں بینی، اور خوش روئی و خوش خلقی سے عبارت تھی۔ بمبئی جیسے دولت کے شہر میں رہ کر مولانا کو دنیاداری اور دولت کمانے کے بہت مواقع نصیب ہوسکتے تھے مگر مولانا میں جو دنیا بیزاری، علم پروری اور اخلاص دینی کا جذبہ تھا اس نے دولت کمانے کے تمام راستوں سے گریز کیا۔ سعودی عرب اور عرب ممالک کے دیگر سلطانوں، رئیسوں، تاجروں اور قدر دانوں میں اپنا علمی اثر و نفوذ رکھنے کے باوجود اس طرح کی تمام پیش کش کو انھوں نے ٹھکرادیا۔ جس سے دولت دنیا میں اضافہ ہوسکتا تھا۔ مولانا اپنے دینی و علمی اور قلمی اشتغال میں پورے کھوئے رہے کہ قوت لایموت سے صرف تعلق باقی رکھا دوسرے تمام رشتوں اور رسم دل بستگی و دل جوئی کو اپنی ذاتی زندگی میں بھی کوئی اہمیت نہیں دی۔

مولانا صرف ایک ادیب اور شاعر ہی نہیں تھے وہ دین و سیاست کے ساتھ عملی زندگی سے بھی ربط رکھتے تھے اور دوسری تحریکوں سے دل چسپی رکھنے کے دوش بدوش علمی و دینی اداروں کی تاسیس میں بھی سرگرمی دکھاتے تھے۔ ۱۱ رجمادی الثانی ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء کو مدرسہ مفتاح العلوم بھیونڈی کی بنیاد ڈالی جو آج بھی ترقی کی منزلیں طے کررہا ہے۔ اسی طرح مبارک پور میں تصنیف و تالیف کے لئے ''دائرہ ملیہ'' قائم کیا اس ادارہ کے ذریعہ آپ کی کچھ کتابیں شائع ہوئیں۔ لڑکیوں کی

جدید تعلیم کے لئے انصار گرلس اسکول مبارک پور اور ۱۴۰۰ھ میں مدرسہ حجازیہ کی تاسیس عمل میں آئی۔

قاضی صاحب کے اساتذۂ احیاء العلوم میں کوئی ادیب و شاعر، صحافی اور و انشاپرداز اور مصنف و مرتب نہیں تھا مگر انھوں نے اپنی ذاتی صلاحیتوں اور خداداد مہارت سے اس تصور کو عملاً سچ کر دکھایا کہ اگر انسان میں شاہین کا تجسس اور چیتے کا جگر ہے نیز عزم وحوصلہ کی کمی نہیں ہے تو وہ چھوٹی جگہ رہتے ہوئے بھی مرحلۂ وہم وگماں سے گزر کر رجال علم کی صف میں اپنی جگہ بنا سکتا ہے اور معاشرہ کو اپنی موجودگی کا احساس دلاسکتا ہے۔ مولانا کی ایک ایک سطر علمی و تعلیمی نشاط، تاریخی وکتابی جذبۂ شوق، بلند حوصلگی، عالی ہمتی، خودسازی وعہد سازی کا نموذ و اہتزاز رکھتی ہے۔

تقریباً ۳۵ کتابیں مولانا کے زر نگار قلم سے منصۂ شہود پر آئیں۔ اس کے علاوہ مولانا کے سفرنامے، مکاتیب، اور بہت سے مقالات کتابی صورت میں منتظر اشاعت ہیں۔ دور طالب علمی میں ''خیر الزاد فی شرح بانت سعاد'' (عربی) غیر مطبوع، مرأۃ العلم (عربی) غیر مطبوع، اصحاب صفہ کے نام سے منظوم کتاب لکھی تھی۔ مئے طہور غیر مطبوعہ، اشعار کا مجموعہ موجود ہے۔

مولانا کی علمی وقلمی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا حکومت ہند نے ۱۹۸۴ء میں صدر جمہوریہ ایوارڈ دیا، ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۶ء میں صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے اعتراف علمی میں دیگر تحائف اور نشانِ پاکستان دیا، اسی کے ساتھ پاکستانی دانشوروں کی طرف سے ''محسن سندھ'' کے خطاب سے بھی نوازے گئے۔

مولانا انجمن تعمیرات ادب، لاہور کے معتمد، ادارہ التراث العربی کویت کے مشیر علمی، جمعیۃ العلماء مہاراشٹر کے صدر، دینی تعلیمی بورڈ مہاراشٹر کے صدر، انجمن خدام النبی بمبئی کے رکن، رویت ہلال کمیٹی بمبئی کے رکن، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تاسیسی، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند کے سربراہ، دار المصنفین اعظم گڈھ کے رفیق اعزازی، برہان دہلی کے اعزازی مدیر، دار العلوم تاج المساجد بھوپال، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ اشرفیہ نیا بھوجپور (بہار) کے رکن مجلس شوریٰ بھی بنائے گئے۔

اللہ نے مولانا کے علم، اولاد، اور مال میں بڑی برکت دی ہے جو کسی کسی کے ہی حصے میں آتی ہے یہ مولانا کے دینی اخلاص، علمی انہماک، باطنی طہارت، تزکیۂ نفس اور دنیا بیزاری کا نتیجہ ہے۔ علمی دنیا کا یہ بطل عظیم اور رجل کریم یکشنبہ ۲۷؍صفر ۱۴۱۷ھ/ ۱۴؍جولائی ۱۹۹۶ء کو شب ۱۰ بجے علائق دنیا سے رشتہ توڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملا، اللہ تعالیٰ آپ کو رحمت و انوار کی بارشوں میں رکھے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحمد للّٰہ ربّ العلمین، والصلوٰۃ والسّلام علی نبیّہ الکریم و علیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین،

ابتدائے اسلام ہی سے ابنائے اسلام کی طرح بنات اسلام نے بھی دینی اور علمی خدمات میں بھر پور حصّہ لیا ہے۔ اور علمائے طبقات و رجال نے اپنی کتابوں میں خاص طور سے ان کی خدمات اور جلالتِ شان کا اعتراف کیا ہے، اور علماء کی طرح عالمات کے ذکر جمیل سے کتابوں کو زینت دی ہے۔ چنانچہ تمام کُتب طبقات و رجال کے آخر میں کتاب النساء کے عنوان سے ان کے مستقل حالات اور واقعات موجود ہیں، بلکہ خواتین اسلام کے تذکرے میں مستقل کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، اور ائمہٗ اسلام اور جہابذۂ علم وفن نے ان کی خدمات میں نذرانہ خلوص وعقیدت پیش کیا ہے، اس سلسلہ میں قدماء کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

عشرۃ النساء امام طبرانی، عشرۃ النساء حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد شامی، بلاغات النساء ابن طیفور، اخبارالنساء امام ابن قیم، آداب النساء ابن جوزی، کتاب النساء امام مسلمہ بن قاسم اندلسی، اشعار النساء مرزبانی، نزہۃ الجلساء فی اشعار النساء امام سیوطی،

یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ چنانچہ الدرالمنثور فی طبقات ربات الخدور، سیدہ زینب بنت علی سوریہ مصریہ، عمر رضا کحالہ کی کتاب اعلام النساء فی عالم العرب والاسلام، وہبی سلیمان غاوَجی البانی کی المرأۃ المسلمۃ، عباس محمود عقاد کی المرأۃ فی القرآن، اور محمد فرید وجدی کی المرأۃ المسلمۃ وغیرہ اس خاص موضوع پر قابل ذکر کتابیں ہیں۔

مگر متقدمین ومتاخرین کی یہ سب کتابیں عربی زبان میں ہیں، ہمارے علم وخبر میں اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی قابل ذکر کتاب نہیں ہے، نیز گذشتہ چند سالوں سے یہاں کے اہل علم عورتوں کی دینی تعلیم کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ اور اس کے لئے خصوصی درس گاہیں جاری ہو رہی ہیں تاکہ براہِ راست عربی زبان میں خواتین اسلام کو دین کی تعلیم دی جائے، اس لئے اس موضوع

پر ایک مستند و معتبر کتاب کی شدید ضرورت تھی۔ اسی احساس کے نتیجہ میں یہ کتاب پیش کی جارہی ہے۔ انشاء اللہ اس میں مندرج بنات اسلام کے محیر العقول اور سبق آموز واقعات عبرت کا باعث ہوں گے۔

۱۳۹۵ھ میں اس کتاب کے کئی اجزاء شائع ہوئے تو موضوع کی ندرت اور ضرورت کی وجہ سے دینی وعلمی حلقوں سے اس موضوع پر مستقل کتاب کا تقاضا ہوا، خاص طور سے ہمارے محترم الحاج عطاء الٰہی ملک صاحب سیالکوٹی الیکٹرک انجینیر مقیم گھانا افریقہ نے اس کا شدید اصرار فرمایا۔ بعد میں موصوف بہ سلسلہ ملازمت جدہ چلے آئے جہاں وہ سعودی عرب کی مشہور و معروف کمپنی عبدالرحمٰن داؤد الجیلانی جدہ میں ایک معزز عہدہ پر فائز ہیں اور جب ۱۳۹۷ھ میں حج و زیارت اور عرب و افریقہ کے سفر کے سلسلہ میں عزیزی مولوی خالد کمال سلمہ ربہ کے ساتھ ان کے یہاں جدہ میں ۲۱ تا ۲۵ ذوالحجہ مہمانی کا شرف حاصل ہوا تو موصوف نے بار بار تقاضا کیا۔ چنانچہ اس کتاب کی اشاعت ان ہی کے پرخلوص اصرار و تقاضے پر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیت اور کام میں خلوص عطا فرما کر اس کتاب کو ہم مسلمانوں کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔

قاضی اطہر مبارکپوری

یکم رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ/۵ر جولائی ۱۹۸۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب اوّل

بناتِ اسلام کی علمی و دینی خدمات

اسلام اور مسلمانوں کے خاص معاملات میں یہ سنت الٰہیہ ہمیشہ جاری رہی کہ جس دور میں جس قسم کے علوم وفنون اور علماء وفضلاء کی ضرورت ہوئی۔ اس میں مردوں کے علاوہ عورتوں کی ایک بڑی تعداد نے بھی پورے نشاط وانبساط کے ساتھ نمایاں خدمات انجام دیں۔

علم حدیث میں بناتِ اسلام کا حصہ

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں پورے عالم اسلام میں احادیث و آثار کی روایت و تدوین کا سلسلہ شروع ہوا اور دینی ضرورت کے پیش نظر ان کے ساتھ خصوصی اعتناء کیا گیا تو گھر کے باہر کی طرح گھر کے اندر بھی احادیث و آثار کو تلاش کر کے مدوّن و مرتب کیا گیا۔ صحابیات و تابعیات اور دیگر بنات اسلام نے اپنے اپنے خاندانوں کی بڑی بوڑھیوں سے احادیث کی روایت کر کے گھر کے مردوں تک یہ امانت پہونچائی۔ جن خواتین اسلام کے پاس احادیث کے مجموعے تھے، ان کا پتہ چلا کر وہ مجموعے حاصل کئے گئے۔ چنانچہ حضرت عمرہ بنتؓ عبدالرحمٰن انصاریہ مدنیہ کے مجموعۂ احادیث کے بارے میں حضرت عمر بنؒ عبدالعزیز نے حضرت ابوبکر بن محمد بن حزم کو خاص طور سے تاکید کی کہ وہ اسے حاصل کرلیں[1] اور جن کے پاس حدیثیں محفوظ تھیں انھوں نے اپنے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۸۷

خاندان کے لوگوں سے ان کی روایت کی، یہی حضرت عمرہ بنتؓ عبدالرحمٰن انصاریہ مدنیہ ہیں جنہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ، اپنی بہن ام ہشام، حبیبہ بنت سہل، ام حبیبہ اور حمنہ بنت جحش سے احادیث کی روایت کی تھی، اور ان سے ان کے صاحبزادے ابوالرجال، بھائی محمد بن عبدالرحمٰن، پوتے حارثہ بن ابوالرجال، دونوں بھتیجے یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن، اور ابوبکر بن محمد بن عبدالرحمٰن، اور ان کے بیٹے عبداللہ بن محمد بن عبداللہ نے روایت کی۔

امام حسن بصریؒ کی والدہ خیرہ نے اپنی مولاۃ و مالکہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی، اور ان سے ان کے دو صاحبزادوں یعنی حسن بصری اور سعید بصری نے روایت کی۔ صفیہ بنت علیہ عنبریہ نے اپنے دادا حرملہ بن عبداللہ عنبری، اور دادی قیلہ بنت مخرمہ سے روایت کی، اور ان سے ان کے پوتے عبداللہ بن حسان عنبری نے روایت کی۔

رائطہ بنتِ مسلم نے اپنے والد مسلم سے اور ان سے ان کے بیٹے عبداللہ بن حارث انبری مکی نے روایت کی، فاطمہ بنت حسین بن علی ہاشمیہ مدنیہ نے اپنے والد ماجد حضرت حسینؓ بھائی علی بن حسین (زین العابدین) پھوپھی حضرت زینب بنت حضرت علیؓ اور دادی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم سے روایت کی، اور ان سے ان کی اولاد میں سے عبداللہ، ابراہیم اور اُم جعفر نے روایت کی۔

اُم یحییٰ حمید بنتِ عبید بن رفاعہ انصاریہ مدنیہ نے اپنی خالہ کبشہ بنت کعب بن مالک سے، اور ان سے ان کے شوہر اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ اور بیٹے یحییٰ بن اسحاق نے روایت کی۔

حکیمہ بنت امیمہ نے اپنی والدہ امیمہ بنت رقیقہ سے اور ان سے ان کے گھر کے افراد نے روایت کی، اسماء بنت یزید قیسیہ بصریہ نے اپنے چچازاد بھائی انس سے روایت کی۔

حبیبہ بنت میسرہ سے ان کے غلام عطاء بن ابورباح نے روایت کی۔

حکیمہ بن امیہ بن اخنس نے حضرت ام سلمہؓ سے، اور ان سے ان کے بیٹے یحییٰ بن ابوسفیان اخنسی نے روایت کی۔

ام الرائح رباب بنت صلیع ضبیہ بصریہ نے اپنے چچا سلمان بن عامر ضبی سے اور ان سے حفصہ بنت سیرین نے روایت کی۔

کبشہ بنت ابوبکرہ ثقفیہ بصریہ نے اپنے چچا سے اور ان سے ان کے بھتیجے بکار بن عبدالعزیز بن ابوبکرہ نے روایت کی۔[1]

جبرہ بنت محمد بن ثابت بن سباع نے اپنے والد سے روایت کی، اور ان سے ان کے شوہر عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن عبیداللہ تیمی وغیرہ نے روایت کی۔

تمنی بنت عمر بن ابراہیم بن الخیر ی طیبی نے ابوالمظفر علی بن احمد کرمی سے اور ان سے ان کے دونوں لڑکوں احمد بن ابوبکر بن بندیجی اور تمیم بن احمد بن ابوبکر بن بندیجی نے روایت کی۔

حبابہ نامی محدثہ مالک بن ضیغم کی خالہ ہیں، ان سے مالک نے روایت کی۔

ام حبابہ بنت حیان جنگ جمل کے موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھیں۔ اور ان سے روایت کی اور ان کے بھائی مقاتل بن حیان نے ان سے روایت کی۔

حبابہ بصریہ نے اپنی والدہ سے روایت کی۔ حسنہ بنت معرور بن سوید نے اپنے والد سے روایت کی۔

حکیمہ نے اپنے شوہر یعلی بن مرہ سے اور ان سے عمر بن عبداللہ بن یعلی اور عثمان بن مغیرہ الاعشیٰ نے روایت کی۔ حکیمہ نامی تابعیہ نے حضرت عائشہؓ سے اور ان سے ان کی صاحبزادی ام عاصم نے روایت کی۔

حمیضہ بنت ابوکثیر نے اپنی والدہ سے اور ان سے عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی نے روایت کی منیہ بنت عبید بن ابوبرزہ نے اپنی دادی یا نانی سے روایت کی۔

برہ بنت رافع سے ان کے بھائی عبداللہ نے روایت کی۔

تحیہ بنت سلیمان بن عمر واسطیہ نے اپنے چچا محمد بن عمر واسطی سے روایت کی، اور یحییٰ بن علی حضرمی نے ان سے حدیث کا سماع کیا۔ ام الجنوب بنت نمیلہ نے اپنی والدہ سویدہ بنت جابر سے اور ان سے محمد بن بشار بندار کے استاد عبدالحمید بن عبدالواحد نے روایت کی۔ برہ بنت موسیٰ بن نجیح باہلیہ نے اپنی والدہ سے روایت کی۔

تہیہ بنت جون نے بھی اپنی والدہ ہیدہ بنت یاسر سے روایت کی۔[2]

---

1. ان راویات و محدثات کے تذکرے تہذیب التہذیب ج ۱۲ میں ملاحظہ ہوں۔
2. یہ تمام واقعات الاکمال جلد اول و دوم کے مختلف مقامات سے ماخوذ ہیں۔

ام مکیہ آمنہ بنت عثمان بن حسن عذریہ مکیہ نے اپنے شوہر شیخ ابوالعباس قسطلانی اور بیٹے امین الدین قسطلانی کو اپنی مرویات کی اجازت دی۔[1]

ام عبدالرحمٰن جرجانیہ سے ان کے شوہر شیخ محمد بن علی جرجانی نے روایت کی۔[2]

ام عمر بنت حسان بغدادیہ نے اپنے والد ابوالفضل حسان بن زید، اور شوہر سعید بن یحییٰ بن قیس سے احادیث کی روایت کی۔[3]

خدیجہ بنت قاضی شہاب الدین احمد مکیہ نے اپنی نانی حسنہ بنت محمد بن کامل سے احادیث کا سماع کیا۔[4]

زینب بنت عبدالرحمٰن مجلیہ جرجانیہ اپنے دادا شیخ محمد بن معروف جرجانی کے مجموعۂ مرویات کی روایت کیا کرتی تھیں۔[5]

ان چند مثالوں سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صدر اول اور بعد کے ادوار میں بنات اسلام کے ذریعہ خاندانی احادیث و آثار کی ترویج و اشاعت کس طرح ہوئی ہے، درحقیقت ان راویات و محدثات نے اپنے گھروں کو دارالحدیث اور دارالعلم بنا رکھا تھا۔

تحصیل حدیث کے لئے سفر

احادیث رسول کی تلاش وطلب میں محدثین نے عالم اسلام کی خاک چھانی ہے، اور طلبۂ حدیث کے قدموں سے اسلامی بلاد و امصار کو بڑی خیر و برکت ملی ہے۔ اور ان سے نوائب و مصائب دور کئے گئے ہیں۔ ابتدائی ادوار میں یہ دینی و علمی اسفار و رحلات عام طور سے احادیث و آثار کی روایت اور ان کی تدوین کے لئے ہوا کرتے تھے، بعد میں سند عالی کی طلب بھی ان اسفار کا سبب بن گئی۔ حدیث کی تحصیل کے لئے محدثین و رواۃ کی طرح محدثات و راویات نے بھی گھر

---

[1] العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین فاسی ج ۸ ص ۱۸۴۔

[2] تاریخ جرجان سہمی ص ۴۶۸

[3] تاریخ بغداد خطیب جلد ۱۴ ص ۴۴۳

[4] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۰۶

[5] تاریخ جرجان ص ۴۶۳

بار چھوڑ کر دور دراز ملکوں کا سفر کیا ہے اور اپنی صنفی حیثیت وصلاحیت کے مطابق غربت و بے وطنی کی زندگی بسر کر کے علم دین کی تحصیل کی ہے۔ ام حسین جمعہ بنت احمد محمیہ نے اپنے وطن نیشاپور سے بغداد کا سفر کر کے یہاں کے شیوخ ومحدثین سے روایت کی۔ چنانچہ ۳۹۶ھ میں شیخ ابوالحسین محمد بن محمد شروطی بغدادی نے ان سے بغداد میں روایت کر کے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔[1]

ام علی تقیہ بنت ابوالفرج غیث بن علی صوریہ بغدادیہ نے بغداد سے مصر جا کر مدتوں قیام کیا اور اسکندریہ میں امام ابوطاہر احمد بن محمد سلفی سے اکتساب علم کیا۔[2]

زینب بنت برہان الدین ابراہیم بن احمد اردبیلیہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی ہوش سنبھالنے کے بعد انہوں نے اپنے چچا کے ساتھ بلاد عجم کا سفر کیا اور بیس سال کے بعد مکہ مکرمہ واپس آئیں۔[3]

زلیخا بنت الیاس الواعظہ شہر غزنین کی رہنے والی تھیں۔ یہاں سے مکہ مکرمہ گئیں اور علماء ومحدثین سے روایت کر کے کئی سال تک حرم محترم کی مجاورت کے بعد فارس کے شہر سادہ چلی گئیں، اس سفر واقامت میں زلیخا الواعظہ نے حرم میں روایت اور عبادت دونوں نعمتیں حاصل کیں۔[4]

ام احمد فاطمہ بنت نفیس الدین محمد بن حسین ملک شام کے شہر حماہ کی رہنے والی تھیں۔ انہوں نے یہاں سے مصر اور طرابلس کا سفر کر کے اپنے چچا سے روایت کی۔[5]

ام محمد زینب بنت احمد بن عمر کا وطن بیت القدس تھا۔ امام ذہبی نے ان کو ''المعمرۃ الراحلۃ'' کے القاب سے یاد کیا ہے۔ کیونکہ دور دراز ملکوں کا سفر کر کے تحصیل علم اور حدیث کی روایت میں مشہور تھیں، اسی وجہ سے بعد میں دور دراز ملکوں کے طلبۂ حدیث ان سے روایت کرتے تھے۔[6]

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۴۴
[2] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۰۳
[3] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۲۴
[4] العقد الثمین ص ۲۲۷
[5] ذیل العبر ذہبی ص ۸۹
[6] ذیل العبر ذہبی ص ۱۲۶

حرمین شریفین کا سفر اہل علم اور محدثین کے لئے بڑا پر کشش ہوتا تھا۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے ساتھ مقامی اور بیرونی علماء سے ملاقات اور روایت کا موقع ملتا تھا۔ بلکہ کتنے محدثین اس نیت سے حج و زیارت کا سفر کرتے تھے کہ حرمین شریفین کے فلاں عالم سے روایت و رویت کی سعادت حاصل ہوگی، اس بارے میں بھی علماء و محدثین کی طرح عالمات و محدثات نمایاں مقام رکھتی تھیں، اور وہ بھی حرمین شریفین میں اقامت و مجاورت کرکے عبادت کے ساتھ افادہ واستفادہ کا بازار گرم کرتی تھیں، چنانچہ اسماء بنت محمد بن سالم نے بار بار حرمین شریفین میں حاضری دی اور یہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔[1]

کریمہ بنت احمد مروزیہ، خراسان کے مشہور شہر مَرْو کی رہنے والی تھیں، انہوں نے مستقل طور سے مکہ مکرمہ میں اقامت و مجاورت اختیار کرکے ایک زمانہ تک حدیث کا درس دیا، خطیب بغدادی نے مکہ مکرمہ ہی میں ان سے پانچ دن میں صحیح بخاری پڑھ کر روایت کی، نیز امام سمعانی، ابن المطلب اور ابوطالب زینبی جیسے ائمۂ حدیث نے ان سے صحیح بخاری کی روایت کی۔[2]

بہت سی محدثات و راویات کسی مشہور امام حدیث اور شیخ وقت سے سماع و روایت کے لئے سفر کرکے ان کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔ چنانچہ ام محمد ہدیہ بنت علی بن عسکر ہرّ اس مقدسیہ نے امام زبیدی سے روایت کے لئے ان کے وطن کا سفر کیا۔[3] امۃ الرحمٰن ست الفقہاء، بنت شیخ تقی الدین صرف جزء بن عرفہ کے سماع کے لئے شیخ عبدالحق کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔[4] عائشہ بنت محمد حرانیہ نے امام زین الدین عراقی اور امام بلخی سے روایت کے لئے ان دونوں حضرات کی درس گاہ کا سفر کیا۔ عائشہ بنت معمر اصفہانیہ نے محدثہ فاطمہ جوزدانیہ کی خدمت میں حاضری دی۔

ست العرب بنت یحییٰ دمشقیہ نے امام ابن طبرزد کی درس گاہ میں پہونچ کر

---

1. ذیل العبر ذہبی ص ۱۸۰
2. العبر فی خبر من غبر ذہبی ج ۳ ص ۲۵۴
3. ذیل العبر ذہبی ص ۷۰
4. ایضاً ص ۱۴۷

کتاب الغیلانیات کا سماع کیا اسی طرح مریم بنت احمد الحلبیہ نے شیخ بہاء الدین اور ام محمد شہدہ بنت کمال الدین نے شیخ کاشغری کے یہاں جا کر روایت کی۔[1]

عام طور سے ان تعلیمی اسفار میں طالبات کی صنفی حیثیت وضرورت کا پورا خیال رکھا جاتا تھا۔ اور ان کی راحت وحفاظت کا پورا اہتمام ہوتا تھا، خاندان اور رشتہ کے ذمہ داراُن کے ساتھ ہوتے تھے امام سہمی نے تاریخ جرجان میں فاطمہ بنت ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن طلقی جرجانی کے حال میں لکھا ہے کہ میں نے فاطمہ کو اس زمانہ میں دیکھا ہے کہ جب کہ ان کے والد ان کو اٹھا کر امام ابو احمد بن عدی جرجانی کی خدمت میں لے جاتے تھے اور وہ ان سے حدیث کا سماع کرتی تھیں۔[2]

فاطمہ بنت محمد بن علی لخمیہ اندلس کے مشہور محدث ابومحمد باجی الشبیلی کی بہن تھیں، انہوں نے اپنے بھائی ابومحمد باجی کے ساتھ رہ کر طالب علمی کی، اور دونوں نے ایک ساتھ بعض شیوخ و اساتذہ سے حدیث کی روایت کی اور اجازت لی۔[3] ام محمد فاطمہ بنت عبدالرحمٰن بن ابوصالح بغداد میں پیدا ہوئیں، اور بچپن ہی میں بغداد سے مصر لے جائی گئیں جہاں انہوں نے اپنے والد اور دیگر شیوخ سے حدیث کا سماع کیا۔[4]

شمس الضحیٰ بنت محمد بن عبدالجلیل عالمہ فاضلہ اور عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں۔ انہوں نے شیخ الطریقت شیخ ابوالنجیب سہروردی کی خدمت میں رہ کر زہد وتصوف کی تلقین وتربیت پائی، اور ان کے ساتھ دیگر محدثین سے حدیث کا سماع کیا۔

طالبات کے لئے مخصوص نشست گاہ اور پردہ

ان محدثات و طالبات کے لئے محدثین وشیوخ کی درسگاہوں میں مخصوص جگہ رہتی تھی جس میں وہ مردوں سے الگ رہ کر سماع کرتی تھیں، اور طلبہ و طالبات میں اختلاط نہیں ہوتا تھا۔

---

1. ذیل العبر وغیرہ
2. تاریخ جرجان ص ۴۶۳
3. بغیۃ الملتمس ص ۵۳۱
4. تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۴۲

مغرب اقصیٰ کی عالمات ومحدثات میں فقیہ مفتیہ ام ہانی عبوسیہ اوران کی بہن فاطمہ عبوسیہ وہاں کے مشہور علمی خاندان سے تھیں۔ ان کے ساتھ شیخ زورق کی دادی ام البنین اور دوسری عالمات و محدثات شیخ عبدوسؒ کے حلقۂ درس حدیث میں شریک ہوتی تھیں، اور قرویین کے دیگر علماء و مشائخ کی طرح ان کی درس گاہ میں بھی عورتوں کے لئے علیحدہ جگہ ہوتی تھی، مورخ کا بیان ہے۔

ان هـولاء السـيدات كـن يـزاولـن	یہ محترم خواتین اپنے اسباق ایسے مکانوں سے
دروسهـن فـي الدورالمخصصة لهن فان	سنتی تھیں جو ان کے لئے مخصوص تھے کیونکہ شہر
هـنـاك فـي القرويين اماكن كانت تساعد	قرویین میں ایسے مخصوص مقامات ہوا کرتے تھے۔
مـن حيـث مـوقـعـهـا عـلى حضور المرأة	جہاں عورت آکر حدیث کا سماع بڑے بڑے
لـلاسـتـمـاع مباشرة من كبار المشائخ مع	محدثین، مشائخ سے کرتی تھی اور جو اسباق طلبہ سنتے
مايسمعه الطلاب،	تھے۔ وہی وہ بھی سنتی تھی۔

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرویین میں اس طرح طلبہ و طالبات کی جدا جدا نشست گاہوں کا عام طور سے انتظام رہتا تھا۔

محدثین کی مجالس درس میں بناتِ اسلام کی حاضری اوران سے حصول خیر و برکت کے سلسلہ میں ایک واقعہ نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔

امام ابوالولید حسان بن محمد بن احمد بن ہارون قرشی متوفی ۳۴۹ھ خراسان کے زبردست فقیہ، اپنے دور کے محدثین کے امام اور زہد وعبادت میں سب سے آگے تھے۔ انہوں نے اپنے مرض الموت میں بیان کیا کہ میری والدہ نے مجھے بتایا ہے کہ جس زمانہ میں تم حالت حمل میں تھے، امام عباس بن حمزہ کی مجلس درس قائم ہوئی۔ میں نے تمہارے والد سے دس دن تک اس میں حاضری اور شرکت کی اجازت چاہی۔ انہوں نے اجازت دے دی، دسویں دن جب آخری مجلس ختم ہوگئی تو امام عباس بن حمزہ نے حاضرین سے کھڑے ہونے کو کہا۔ چنانچہ سب لوگ کھڑے ہوگئے، میں بھی کھڑی ہوئی، اس کے بعد انہوں نے دعا شروع کی میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے عالم لڑکا عطا ہو۔ گھر آکر رات میں خواب دیکھا کہ ایک آدمی میرے پاس آکر کہہ رہا ہے کہ تم کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا سن لی۔ اور لڑکا دیا جو عالم ہوگا اور تمہارے والد کی عمر تک

زندہ رہے گا۔ اس کے بعد میری والدہ نے بتایا کہ ان کے والد یعنی میرے نانا بہتر (۷۲) سال تک زندہ رہے، میرا بھی یہ بہتروں سال پورا ہو چکا ہے، اس واقعہ کے چار دن کے بعد امام حسان بن احمد قرشی نے شب جمعہ ۵ ربیع الاول ۳۴۹ھ میں انتقال فرمایا۔[1]

محدثین کی طرف سے محدثات کو اجازت

طالبات و عالمات کے علمی اور دینی ذوق و شوق اور ان کی سفری مشکلات کے پیش نظر بہت سے شیوخ و اساتذہ نے ان کو اپنی طرف سے حدیث کی روایت کی اجازت دے دی ہے۔ محدثین کے نزدیک اجازت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شیخ اپنے سماع و روایت کے اصل نسخہ یا اس سے مقابلہ کئے ہوئے نسخہ کو یہ کہہ کر اپنے تلمیذ کو دے کہ هذا سماعی او روایتی عن فلان فاروہ عنی او اجزت لك روایته یعنی یہ فلاں محدث اور شیخ سے میری مسموع یا مروی احادیث ہیں تم ان کو میری طرف سے روایت کرو۔ یا میں نے تم کو اپنی طرف سے ان کی روایت کی اجازت دی۔ بسا اوقات کسی ملک اور شہر کے طالب علم اور محدث کو دوسرے ملک اور شہر کے شیوخ تحریری اجازت دیتے ہیں اور جن کو اجازت دی جاتی ہے وہ اپنے شیخ کے تلمیذ اور شاگرد مانے جاتے ہیں۔ بہت سے محدثین نے اس طرح روایت کی اجازت دے کر محدثات و راویات کو اپنی شاگردی میں لیا ہے، محدثات کے تذکرہ میں، اجازلھا فلان و لھا اجازۃ عن فلان وغیرہ کے الفاظ اسی کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں۔ نیز بہت سی محدثات نے مردوں کو اسی طرح اپنی طرف سے حدیث کی روایت کی اجازت دی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

محدثات کو محدثین کی طرف سے اجازت بالروایت کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں، شیخ صدرالدین تو اس کی صاحبزادی ام محمد عائشہ دمشقیہ کو ابوالقاسم بن قمیرہ، ابن مسلمہ، مکی بن علوان، بہاء الدین زہیر، ابن زیلاق، ابن دفتر خوان سلیمانی، اور نور بن سعید نے اپنی مرویات کی اجازت دی۔[2]

ام کمال عائشہ بنت قاضی شہاب الدین احمد بن ظہیرہ کو محمد بن علی قطروانی، محمد بن یعقوب

---

[1] (المنتظم ج ۲ ص ۳۹۶)

[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۶۶

بن رصاص، قاضی ناصر الدین محمد بن محمد تونسی مالکی، ابوالحرم محمد بن محمد قلانسی کے علاوہ اور بہت سے محدثین نے اپنی مرویات کی اجازت دی۔[1]

ام الہدیٰ عائشہ بنت خطیب تقی الدین طبریہ مکیہ کو ان کے دادا محب الدین طبری، والد خطیب تقی الدین طبری، چچا قاضی جمال الدین طبری کے علاوہ رضی الدین بن خلیل، اور ان کے بھائی علم الدین بن خلیل وغیرہ نے اجازت دی۔[2]

ام ابراہیم فاطمہ بنت خطیب عزالدین ابراہیم بن عبداللہ، مشہور محدث ابراہیم ابن خلیل کی سب سے آخری شاگرد تھیں۔ اسی طرح وہ محمد بن عبدالقادر، ابن سروری، ابن عزہ اور خطیب مردا سے روایت بالاجازت کرنے والوں میں سب سے آخری شاگرد تھیں۔[3]

عجیبہ بنت محمد ماقداریہ بغدادیہ اپنے شیوخ حدیث مسعود اور رستمی وغیرہ سے روایت بالاجازت میں سب سے آخری تلمیذہ تھیں۔[4]

ام الخیر جوریہ بنت قاضی زین الدین طبریہ مکیہ کو مختلف بلاد و امصار کے علماء و محدثین نے اپنی مرویات کی اجازت سے نوازا تھا۔ مصر سے محمد بن قماح، ابن عالی، دمیاطی، ابن کشتغدی، ابن اسعر دی، احمد بن علی مشتولی، اور دیگر شیوخ نے اور دمشق سے احمد بن علی جزری اور بہت سے محدثین نے اجازت دی۔ زینب بن ضیاء الدین محمد بن عمر قسطانیہ مکیہ کو بغداد سے ابراہیم بن خیرالدین، ابوجعفر بن سعید، فضل اللہ بن عبدالرزاق جیلی، اور امام رضی الدین حسن صغانی لاہوری نے تحریری اجازت روانہ کی۔ ست الکل بنت امام رضی الدین کو مصر کے محدثین کی ایک جماعت نے اجازت دی۔ جس میں سیدہ بنت موسیٰ بن عثمان اور درباس مارانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔[5] ام الحسن ست الکل بنت احمد قیسیہ کو مصر سے یحییٰ بن یوسف مصری، محمد بن غالی دمیاطی، احمد

---

[1] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۶۷
[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۶۸
[3] ذیل العبر حسینی ص ۲۵۹
[4] العبر ج ۵ ص ۱۹۴
[5] ان کے لئے العقد الثمین ج ۱۲ ملاحظہ ہو

بن علی مشتولی، ابونعیم اسعردی، قاضی شرف الدین بن قماح، عائشہ بنت عمر منہاجیہ وغیرہ نے اور دمشق سے ابوبکر رضی الدین، زینب بنت کمال الدین اور دوسرے محدثین نے اجازت دی، دمشق کی اجازت ست الکل کی خالہ زاد بھائی کے ذریعہ آئی تھی۔[1]

ام المؤید زینب بنت ابوالقاسم عبدالرحمٰن نیشاپوریہ کے بارے میں ابن خلکان نے لکھا ہے کہ وہ زبردست عالمہ تھیں۔ انہوں نے علماء کی ایک جماعت سے روایۃً اور اجازۃً علم حدیث حاصل کیا تھا، ان کو اجازت دینے والے اعیان علماء میں حافظ ابوالحسن عبدالغافر بن اسمٰعیل فارسی اور علامہ محمود بن عمر زمخشری صاحب کشاف جیسے حفاظ وسادات شامل ہیں۔[2]

صفیہ بنت عبدالوہاب قرشیہ محدثۂ وقت تھیں، حالانکہ انہوں نے کسی شیخ اور محدث سے سماع و روایت نہیں کی تھی۔ بلکہ ان کو محدث مسعود ثقفی اور دیگر محدثین کبار نے روایت کی اجازت دی تھی۔[3]

مسندات

محدثات میں بہت سی بڑے پایہ کی عالمات و فاضلات گذری ہیں، جو اسناد حدیث میں ایسا ممتاز مقام ومرتبہ رکھتی تھیں کہ علماء ومحدثین نے ان سے سند لی، ان میں سے چند مسندات یہ ہیں۔

ام محمد اسماء بنت محمد بن سالم بن ابومواہب، ام محمد فاطمہ بنت ابراہیم بن محمود بعلبکیہ (مسندۃ الشام) ام عبداللہ زینب بنت احمد بن عبدالرحیم قدسیہ (مسندۃ الشام) کریمہ بنت عبدالوہاب ابن علی بن خضر قرشیہ زبیریہ (مسندۃ مکہ) فاطمہ بنت احمد بن قاسم حرازیہ (مسندۃ الوقت) ست الوزراء بنت عمر بن اسعد بن منجا تنوخیہ۔

علمی ودینی القاب وخطابات

علماء ومحدثین کی طرح عالمات ومحدثات بھی بڑے بڑے علمی ودینی القاب وخطابات

---

(۱) العقد الثمین ج ۱۲

(۲) ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۶

(۳) العبر ج ۵ ص ۱۸۸

سے نوازی گئی ہیں۔ ذیل میں ان چند بنات اسلام کے القاب درج کئے جاتے ہیں جو اقلیم علم کی ملکہ ہیں، اور مسلمانوں نے ان کی علمی و دینی قیادت و امامت کو تسلیم کیا ہے۔ (ست بمعنی سیّدہ ہے)

ستّ الاجناس	موفقیہ بنت عبدالوہاب بن عتیق بن وردان مصریہ،
ست الاھل	ام احمد بنت علوان بن سعید بعلبکیہ،
ست الشام	خاتون اخت الملک العادل
ست العرب	ام الخیر بنت یحییٰ بن قائماز کندریہ دمشقیہ،
ست الفقہاء	شریفہ بنت خطیب شرف الدین احمد بن محمد دمشقیہ،
ست الفقہاء	امۃ الرحمٰن بنت تقی الدین ابراہیم بن علی واسطیہ صالحیہ،
ست الکل	عائشہ بنت محمد بن احمد بن علی قلیسیہ
ست الکل	بنت امام رضی الدین ابراہیم بن محمد طبریہ مکیہ،
ست الکل	بنت احمد بن محمد مکیہ،
ست الملوک	فاطمہ بنت علی بن علی بن ابو بدر بغدادیہ
ست الناس	کمالیہ بنت احمد بن عبدالقادر ومرادیہ
ست الوزراء	بنت عمر بن اسعد تنوخیہ،
تاج النساء	بنت رستم بن ابو رجاء بن محمد اصفہانیہ۔
شرف النساء	امۃ اللہ بنت احمد بن عبداللہ بن علی آبنوسیہ۔
فخر النساء	شہدہ بنت احمد ابن عمر ابریہ بغدادیہ،
زین الدّار	وجیہہ بنت علی بن یحییٰ انصاریہ بوصیریہ۔
شجرۃ الدُّر	ام خلیل
حُرّہ	ام المؤید زینب بنت ابوالقاسم عبدالرحمٰن شعریہ نیساپوریہ،
جلیلہ	ام عمر خدیجہ بنت عمر بن احمد بن عدیم۔
معلّمہ	عالیمہ بنت محمد اندلسیہ

شیخہ — ام عبداللہ حبیبہ بنت خطیب عزالدین ابراہیم مقدسیہ،

شیخہ — ام زینب فاطمہ بنت عباس بغدادیہ

شیخہ — ام الفضل صفیہ بنت ابراہیم بن احمد مکیہ،

شیخہ — ام احمد زینب بنت مکی بن علی کامل حرانیہ،

سند عالی

احادیث کی روایت میں سند عالی کو بڑی اہمیت حاصل ہے، علوے سند کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً کسی سند میں رواۃ حدیث دوسری سند سے کم ہوں جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ تک سلسلۂ روایت مختصر اور قریب ہو، یا کسی امام سے قربت ہو، یا کسی کتاب کی روایت میں قربت ہو، محدثین نے اس فضیلت وخصوصیت کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر کیا ہے۔ سند عالی رکھنے والے محدثین کی درس گاہ میں طلبۂ حدیث کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ ان ہی کی طرح بہت سی محدثات نے بھی سند عالی کی فضیلت حاصل کی اور ان کے در پر بھی طلبۂ حدیث جوق در جوق آئے، فاطمہ بنت وقاق کے بارے میں امام ذہبی نے لکھا ہے۔

كانت كبيرة القدر عالية الاسناد من عوابد زمانها[1]

وہ بڑی قدر ومنزلت کی مالک تھیں، اور ان کی اسناد عالی تھیں، اپنے زمانہ میں عابدات میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔

اور ام المؤید زینب شعریہ نیشاپوریہ کے متعلق تصریح کی ہے۔

وانقطع بموتها اسناد عال[2]

ان کے انتقال سے سند عالی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ام محمد زینب بنت احمد بن عمر مقدسیہ مسند دارمی، مسند عبد بن حمید اور کتاب الثقفیات کی سند عالی میں منفرد تھیں، اس لیے طلبۂ حدیث نے ان کتابوں کی روایت کے لئے ان کی درس گاہ کا سفر کیا اور دور دور سے حاضر ہو کر ان سے سند حاصل کی انہوں نے خود نیشاپور سے مصر اور مدینہ منورہ

---

1 العبر ج ۳ ص ۲۹۶

2 العبر ج ۵ ص ۵۶

آکر ان کتابوں کی روایت کی تھی۔

احادیث اور کتب احادیث میں منفردات

محدثین کی طرح محدثات بھی بعض احادیث یا کتب احادیث کی روایت میں اپنے زمانہ میں متفرد ہوتی تھیں، اور دوسرے معاصرین و معاصرات کے یہاں ان کی روایت نہیں تھی۔ اس تفرد اور خصوصیت کی وجہ سے طلبۂ حدیث نے ان محدثات وشیخات سے خاص طور سے روایت کی۔

مسندۃ الشام ام عبداللہ زینب بنت کمال الدین مقدسیہ کا شمار ایسی ہی محدثات میں تھا۔ ام محمد اسماء بنت محمد بن سالم کو بھی تفرد کی فضیلت حاصل تھی۔ لمۃ الحق بنت حافظ ابوعلی حسن بن محمد بکریہ کے بارے میں العبر میں ہے۔

وتفردت بعدۃ اجزاء [1] — وہ احادیث کے چند اجزاء کی روایت میں منفرد تھیں۔

اور صفیہ بنت عبدالوہاب قرشیہ کے متعلق لکھا ہے۔

تفردت فی زمانہا [2] — وہ بہت سی احادیث کی روایت میں اپنے زمانہ میں تنہا تھیں۔

زینب بنت خطیب یحییٰ بن عزالدین مسلمیہ کے حال میں ہے۔

روت الکثیر و تفردت۔ — اور انہوں نے بہت زیادہ روایت کی اور تفرد رکھتی تھیں۔

زینب بنت سلیمان اسعر دیہ کے متعلق لکھا ہے۔

تفردت باشیاء — کچھ احادیث کی روایت میں منفرد تھیں۔

زینب بنت عبداللہ بن رضی الدین کو بھی یہ شرف حاصل تھا۔

تفردت باجزاء — چند اجزاء حدیث کی روایت میں وہ بھی منفرد تھیں

ام الفضل بی بی بنت عبدالصمد ہرثمیہ ہرویہ کے پاس احادیث کا ایک جزء (مختصر سا مجموعہ) تھا، جو ان ہی کی نسبت سے مشہور تھا، انہوں نے اس کی روایت عبدالرحمٰن بن ابوشریح سے کی تھی۔ [3]

---

[1] العبر، ص ۳۵۲
[2] العبر، ج ۳ ص ۱۸۹
[3] العبر، ص ۲۵۷

خاتمۃ الاصحاب

شیوخ ومحدثین کے اصحاب وتلامذہ میں جو آخری شاگرد ہوتا ہے یا ان میں جو سب سے آخر تک زندہ رہتا ہے۔ وہ خاتمۃ الاصحاب ہوتا ہے ایسے محدث سے بھی سند عالی ملتی ہے۔ اس لئے طلبۂ حدیث اس سے روایت کرتے ہیں، اس خصوصیت کی وجہ سے وہ مرجع ہوتا ہے، محدثات میں بھی ایسی خاتمۃ الاصحاب ہوئی ہیں۔

فاطمہ بنت خطیب عزالدین ابراہیم مقدسیہ، شیخ ابراہیم بن خلیل کی خاتمۃ الاصحاب ہیں یعنی ان کے بعد کسی نے شیخ ابراہیم سے روایت نہیں کی۔ نیز وہ ابن عبدالقادر، ابن سرّی، ابن عزّہ اور خطیب مَرداسے اجازۃً روایت کرنے والوں میں آخری شاگرد ہیں۔

عجیبہ با قداریہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ مسعود ثقفی، رستی، اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت بالا جازہ کرنے والوں میں آخری شاگرد ہیں، ام ہانی عفیفہ بنت احمد فارقانیہ اصفہانیہ نے امام ابونعیم اصفہانی کے شاگرد عبدالواحد الاشج سے سب سے آخر میں روایت کی ہے۔ اور وہ ان کی خاتمۃ الاصحاب ہیں مشہور محدث ابوالغنائم مسلم بن احمد مازنی دمشقی سے سب سے آخر میں روایت کرنے والے دو ہیں۔ ایک فاطمہ بنت سلیمان، دوسرے ابوالفتوح اغماتی اسکندرانی۔

تحدیث وروایت اور اس کے طریقے

محدثات اسلام جس طرح طلب علم میں سفر ہو یا حضر شرعی احکام کی پابندی اور اپنے صنفی تقاضوں کا پورا خیال رکھ کر شریعت ونسوانیت کی حدود میں رہیں۔

اسی طرح حدیث کی تدریس وروایت میں ذمہ دارانہ طور وطریقہ اختیار کیا اور کسی حال میں اپنی حد سے باہر نہیں ہوئیں۔ خاص طور سے حجاب اور پردہ کے بارے میں ان کا رویّہ بہت سخت رہا ہے۔

عاصم بن سلیمان الاحول کا بیان ہے کہ ہم لوگ حفصہ بنت سیرین کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ اپنی چادر کو سنبھال کر چہرہ پر نقاب ڈال لیتی تھیں، ہم ان سے عرض کرتے تھے، کہ آپ یہ تکلفات کیوں کررہی ہیں۔ آپ جیسی عمر رسیدہ خواتین کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن غیر متبرجات بزینة۔	جو بڑی بوڑھی عورتیں گھروں میں بیٹھنے والی ہیں جن کو توقع نہیں رہی نکاح کی، ان پر گناہ نہیں ہے کہ اتاریں اپنے کپڑے بشرطیکہ اپنی زیب و زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔

تو وہ ہم سے دریافت کرتی تھیں کہ اس آیت کے بعد کیا فرمایا گیا ہے؟ اور جواب میں ہم یہ آیت سناتے تھے،

و ان یستعففن خیرٌ لھن۔	اور اگر وہ اس سے بچیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔

اس پر کہتی تھیں کہ چادر اوڑھ لینے میں یہی بات ہے۔[1]

مغرب اقصیٰ کی مسجد الاندلس کو مریم بنت محمد بن عبداللہ اخدیہ نے تعمیر کیا تھا، جس میں طیب بن کیران کی صاحبزادی مستقل طور سے مختلف علوم و فنون کا درس پردہ کے پیچھے سے دیا کرتی تھیں۔ اور اس میں باری باری سے مرد اور عورتیں سب ہی شامل ہوتے تھے، راوی کا بیان ہے۔

ابنة الطیب بن کیران تدرس فیه المنطق من وراء الحجاب، و کان لها ضلع فی مختلف الفنون و کان النساء یحضرن دروسها بعد العصر، والرجال وقت الظهر،	وہ مسجد الاندلس میں منطق کا درس پردے کے اندر سے دیا کرتی تھیں، وہ مختلف علوم کی جامع تھیں، ان کے درس میں عورتیں عصر کے بعد اور مرد نماز ظہر کے بعد حاضر ہوتے تھے۔

بعض عالمات و فاضلات شرعی احکام سے فائدہ اٹھا کر شرعی حدود کے ساتھ بے نقاب بھی علماء و فضلاء کے سامنے آتی تھیں، اور ان سے علمی و دینی موضوعات پر گفتگو کرتی تھیں چنانچہ علیہ بنت حسان بصریہ بنوشیبان کی مولاۃ یعنی باندی تھیں، وہ علم و فضل میں اتنا بلند مقام رکھتی تھیں کہ بصرہ کے علماء و مشائخ اور فقہاء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور وہ کھل کر ان سے بات چیت کرتی تھیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۲۵

وکانت امرأة نبيلة عاقلة برزة لها دار بالموقة تعرف بها وكان صالح المري وغيره من وجوه البصرة و فقهائها يدخلون عليها فنبر زلهم و تحادثهم وتسائلهم[1]	علیہ بنت حسان بڑی شان وشوکت کی عقلمند اور نمایاں حیثیت کی عورت تھیں، بصرہ کے محلہ موقہ میں ان کا مکان ان ہی کے نام سے مشہور تھا، حضرت مزنی اور بصرہ کے دوسرے اعیان وفقہاء ان کے یہاں جایا کرتے تھے اور وہ ان کے سامنے آکر گفتگو اور سوال وجواب کیا کرتی تھیں۔

محدثات نے اپنی حدود میں رہتے ہوئے جس طرح اپنے اساتذہ وشیوخ سے سماعا، قراءۃً اجازۃً حدیث کی روایت کی ہے۔ اسی طرح خود بھی ان ہی طرق سے دوسروں کو حدیث کا درس دیا اور روایت کا جو طریقہ حسب موقع رہا اسی کے مطابق روایت کی۔ چنانچہ ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث نے ان سے بھی سماعا، قراءۃً اور اجازۃً استفادہ کیا۔

سماع

یعنی استاد اپنے شاگرد کو احادیث سنائے اور شاگرد سنے۔ بنات اسلام نے یہ طریقہ اپنے اعزہ واقارب اور خاندان والوں کو درس حدیث دیتے ہوئے اختیار کیا ہے۔

قراءہ

یعنی شاگرد اپنے استاد کے سامنے حدیث پڑھے اور استاد کے ساتھ طلبہ کی جماعت بھی سنے ایسی صورت میں گویا پوری جماعت استاد کے سامنے پڑھ رہی ہے اور وہ سن رہا ہے۔ اس طریقہ کو قراءۃ علی الشیخ اور عرض بھی کہتے ہیں، عام طور سے محدثات وشیخات نے اپنے تلامذہ کو اسی طریقہ سے حدیث کا درس دیا ہے، وہ پس پردہ ہوتی تھیں اور ان کا کوئی رشتہ دار یا محرم قراءت کرتا تھا، جسے وہ اور طلبہ کی جماعت سنتی تھی۔

اجازہ

یعنی استاد اپنی روایت کردہ احادیث کو اپنے سامنے شاگرد کو یہ کہہ کردے کہ تم کو میری

---

1. طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۲۵

طرف سے ان کی روایت کی اجازت ہے، اس طریقہ سے بہت سے محدثین نے محدثات کو اور بہت سی محدثات نے محدثین کو اجازت دی ہے۔ امام ابوالقاسم سہمی جرجانی نے ہبۃ العزیز بنت احمد جرجانیہ سے روایت کرنے کی کیفیت یوں بیان کی ہے۔

اخبرتنا ام الفضل ھبۃ العزیز بنت احمد بن عبدالرحمٰن بن عبدالمؤمن بقراءۃ اخیھا ابی ذرّ علیھا۔[1]	ام الفضل ہبۃ العزیز بنت احمد نے ہم سے یوں حدیث بیان کی کہ ان کے بھائی ابوذر ان کے سامنے پڑھ رہے تھے۔

ام محمد فاطمہ بنت عبدالرحمٰن بغدادیہ سے عبدالرحمٰن بن قاسم حدیث کا سماع کر رہے تھے اور ان کے لڑکے احمد اپنے والد کے ساتھ اس سماع میں شریک تھے۔[2] امام ابن جوزی نے فاطمہ بنت حسین رازیہ سے اپنے سماع کی یہ کیفیت بیان کی ہے۔

سمعت منھا بقراءۃ شیخنا ابی الفضل بن ناصر۔[3]	میں نے فاطمہ سے حدیث کا سماع اپنے استاد ابوالفضل بن ناصر کی قراءت سے کیا ہے۔

امام تقی الدین فاسی مکی صاحب العقد الثمین نے زینب بنت قاضی مکہ کمال الدین سے مقام بدر میں حدیث کا سماع کیا تھا۔

روت لنا ببدر من الحدیث مع زوجھا القاضی جمال الدین بن ظھیرۃ۔[4]	زینب نے مقام بدر میں اپنے شوہر قاضی جمال الدین بن ظہیرہ کی موجودگی میں ہم سے کچھ حدیثوں کی روایت کی۔

فاطمہ بنت نفیس الدین محمد بہنسیہ مکیہ نے کتاب ابن ابی الدنیا کی روایت کی، اس کی کیفیت امام تقی الدین فاسی مکی نے اس طرح بیان کی ہے کہ صدرالدین احمد بن بہاء الدین دمشقی نے اس کی قراءت کی، اور اس مجلس میں فاطمہ کے صاحبزادے شیخنا محمد بن عبدالملک مرجانی اور شیخنا

---

[1] تاریخ جرجان ص ۴۶۳
[2] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۴۱
[3] المنتظم ج ۱۰ ص ۸
[4] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۴۳

ابن سکر نے صدرالدین مذکور کے ساتھ اس کا سماع کیا۔[1]

ام عبدالکریم فاطمہ بنت نورالدین محمد طبری مکیہ سے شریف ابوالخیر بن ابوعبداللہ فاسی اور ان کے بھائی شریف ابوالمکارم نے حدیث کا سماع کیا، اور ابن قطیر نے قراءت کی۔[2]

محدثات وشیخات کی درس گاہوں میں طلبۂ حدیث کا ہجوم

ان محدثات وشیخات سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے دور دراز ملکوں سے طلبۂ حدیث جوق درجوق حاضر ہوتے تھے۔ اور ان سے روایت کو اپنے مفاخر ومحاسن میں شمار کرتے تھے، ان کی درس گاہوں میں طلبہ ہی نہیں بلکہ ائمہ وحفاظ حدیث آکر فیض یاب ہوتے تھے۔

ام محمد بن زینب بنت احمد بن عمر مقدسیہ نوے سال کی عمر تک حدیث کا درس دیتی رہیں اور مختلف ملکوں کے طلبۂ حدیث ان کی درس گاہ میں حاضر ہوکر فیض یاب ہوئے، انہوں نے خود بھی مختلف شہروں میں گھوم گھوم کر درس دیا۔ امام ذہبی نے ان کے حال میں لکھا ہے۔

وارتحل الیھا الطلبة و حدثت بمصر و بالمدینة المنورة۔[3]	طلبہ نے ان کے یہاں کا سفر کیا اور خود انہوں نے مصر اور مدینہ منورہ میں حدیث کا درس دیا۔

ام احمد زینب بنت مکی حرانیہ نے چورانوے سال کی عمر تک حدیث کا درس دیا اور اس دور میں بھی ان کی درس گاہ میں طلبہ کا ہجوم رہا کرتا تھا، ذہبی نے لکھا ہے۔

وازدحم علیھا الطلبة۔[4]	ان کے یہاں طلبہ کی بھیڑ رہا کرتی تھی۔

ام عبداللہ زینب بنت کمال الدین احمد بن عبدالرحیم مقدسیہ مسندة الشام ہیں۔ ان کی پوری زندگی احادیث کی روایت اور کتب حدیث کی تعلیم میں گذری ان کی درسگاہ میں طلبہ کی بڑی کثرت رہا کرتی تھی۔

---

[1] العقد الثمین ص ۲۹۰

[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۹۱

[3] العبر ذہبی ص ۱۲۶

[4] العبر ج ۵ ص ۳۵۸

وتکاثر واعلیها و تفردت وروت کتبا کبارا رحمها اللّٰہ۔[1]

ان کے یہاں طلبہ کی کثرت رہا کرتی تھی۔ وہ بہت سی احادیث کی روایت میں منفرد تھیں اور انہوں نے حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا۔

فخر النساء شہدہ بنت احمد بن عمر بغدادیہ تقریباً سو سال کی عمر میں فوت ہوئیں، ان کو سماع عالی کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے بڑے بڑے ائمہ حدیث ان کی درسگاہ میں آکر ان سے سماع کرتے تھے ابن خلکان نے لکھا ہے۔

وکان لها سماع عال الحقت فیه الاصاغر بالاکابر۔

ان کو سماع عالی حاصل تھا، اس سے انہوں نے خلف کو سلف سے ملادیا، یعنی ان کو ائمہ حدیث سے سماع حاصل تھا، اور ان کے تلامذہ میں ان سے سماع حاصل کرکے ان ائمہ حدیث کے سلسلہ تلمذ میں داخل ہوئے۔

امام ابن جوزی نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے۔

وکان لها بر وخیر وقرئ علیها الحدیث سنین وعمرت حتی قاربت المائة۔[2]

وہ بڑی صالحہ اور نیک تھیں ان سے برسوں حدیث کا درس لیا گیا۔ تقریباً سو سال کی عمر پائی۔

کریمہ بنت احمد مروزیہ کشمیہنیہ علم حدیث میں بڑے مرتبہ کی مالک تھیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں ان کو خاص فضیلت وشہرت حاصل تھی، اس زمانہ کے اعیان ومشاہیران سے شرف تلمذ حاصل کرتے تھے، ابن جوزی نے لکھا ہے۔

وقرأ علیها الائمة کالخطیب و ابن المطلب والسمعانی و ابی طالب الزینبی۔[3]

ان سے خطیب بغدادی ابن مطلب، سمعانی، ابو طالب زینبی جیسے ائمہ حدیث نے پڑھا۔

---

[1] العبر ذہبی ص ۲۱۳
[2] المنتظم ج ۱ ص ۲۸۸
[3] المنتظم ج ۸ ص ۲۷۰

خطیب بغدادی نے ان سے یوں روایت کی کہ جب وہ ۴۶۳ھ میں حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ گئے تو وہیں پانچ دن میں ان سے صحیح بخاری پڑھی۔

ام محمد زینب بنت احمد تونسیہ مکیہ بنت المغربی کی کنیت سے مشہور تھیں، ان کے بارے میں امام فاسی نے لکھا ہے۔

حدثت و سمع منها الفضلاء۔[1]

انہوں نے حدیث کا درس دیا اور ان سے فضلاء نے سماع کیا۔

مسندۃ مکہ فاطمہ بنت احمد مکہ مکرمہ میں حدیث کا درس دیا کرتی تھیں جس میں اعیان محدثین شریک ہوتے تھے۔ امام تقی الدین فاسی کا بیان ہے۔

حدثت و سمع منها الاعیان من شیوخنا و غیرهم و سمعت علیها الثقفیات۔[2]

انھوں نے حدیث کا درس دیا اور ان سے ہمارے اساتذہ وغیرہ میں سے بڑے ممتاز حضرات نے سماع کیا ہے، خود میں نے ان سے کتاب الثقفیات کا سماع کیا ہے۔

مسندۃ الشام کریمہ بنت عبدالوہاب سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے طلبۂ حدیث ہی نہیں حفاظ حدیث اور مسندین وقت ان کی درس گاہ میں حاضر ہوتے تھے، چنانچہ حافظ زین الدین محمد بن ابوبکر صولی شافعی ابیوردی نے چالیس سال کی عمر میں ان سے حدیث کا سماع کیا، اسی طرح امام عماد الدین مرتضی مسندی دمشق اور مسند شام امام بہاء الدین ابن قاسم نے ان کی خدمت میں آکر روایت کی اجازت حاصل کی۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں وہاں کی محدثات و راویات کے ذکر میں ان سے روایت کرنے کو نہایت فخریہ انداز میں بیان کیا ہے، اور بعض محدثات سے استفادہ نہ کرنے پر افسوس ظاہر کیا ہے، چنانچہ خطیب نے لکھا ہے کہ میں نے فاطمہ ہلال بن احمد کرجیہ سے سماع کیا ہے۔ وہ صادقہ تھیں۔ بغداد کے مشرقی حصہ میں سہ شنبہ بازار کے کنارے رہتی تھیں، حتیہ بنت

---

[1] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۲۶

[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۹۶

قاضی ابوالقاسم عبدالواحد بن محمد بجلیہ صادقہ فاضلہ تھیں، بغداد کے مشرقی علاقہ میں حریم دارالخلافہ کے قریب رہتی تھیں۔ میں نے ان سے بھی حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے۔ خدیجہ بنت محمد بن علی الواعظ شاہجانیہ صالحہ صادقہ تھیں، بغداد کے محلہ قطیعۃ الربیع میں رہتی تھیں، میں نے ان سے حدیث لکھی ہے، ام سلمہ خدیجہ بنت موسیٰ بن عبداللہ الواعظ صالحہ، ثقہ، فاضلہ تھیں۔ بغداد کے مقام توثہ میں رہتی تھیں، میں نے ان سے بھی حدیث لکھی ہے، طاہرہ بنت احمد بن یوسف تنوخیہ سے میں نے قاضی ابوالقاسم تنوخی کے گھر میں سماع کیا ہے، طاہرہ کی مسموعات قاضی تنوخی کے پاس ان کی کتاب میں تھیں۔ ام عمر بنت ابوالحسن حسان بن زید ثقفیہ بغداد میں معاذ بن مسلم کے گھر کے پاس رہتی تھیں۔ میں نے ان سے سماع کیا ہے نیز لکھا ہے۔

وحدثت ام عمر هذه غير واحد من اصحابنا منهم محمد بن الصباح الجرجرائی والد واهی،

انہوں نے ہمارے معاصرین کو حدیث کا درس دیا جیسے محمد بن صباح جرجرائی اور رواہی وغیرہ۔

بغداد کی محدثات وشیخات میں فاطمہ بنت محمد بن عبید بن شخیر صیرفیہ مشہور شیخۂ حدیث تھیں ابوالفتح محمد بن ابوالفوارس کے پڑوس میں قیام کرتی تھیں، بہت سے محدثین نے ان سے روایت کی ہے خطیب بغدادی کو ایک واسطہ سے ان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

اس کے باوجود براہ راست ان سے روایت نہ کرنے پر افسوس رہا۔ جس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

لم يقدر لی السماع عنها و لكن حدثنی ابوطاهر محمد بن احمد بن الاشانی عنها و كانت ثقة۔[1]

ان سے سماع میرے مقدر میں نہیں تھا، مگر ابوطاہر محمد بن احمد اشانی نے ان کی روایت مجھ سے بیان کی ہے۔

ست الوزرا بنت عمر بن اسعد تنوخیہ مسندۃ الوقت تھیں، ان کا حلقۂ درس دمشق سے مصر تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ دونوں شہروں میں حدیث کا درس دیا کرتی تھیں، خاص طور سے صحیح بخاری اور مسند امام شافعی کے درس میں ان کو شہرت حاصل تھی۔ انھوں نے مصر و دمشق میں یہ دونوں

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ج ۱۴ بالترتیب ص ۴۴۳، ۴۴۵، ۴۴۶ و ۴۴۶۔

کتابیں متعدد بار پڑھائیں۔[1]

شمس الضحیٰ بنت محمد بن عبدالجلیل محدثہ عابدہ زاہدہ تھیں، ان کا باقاعدہ حلقۂ درس تھا۔ جس میں طلبۂ حدیث شریک ہوکر تعلیم حاصل کرتے تھے، امام تقی الدین فاسی مکی کا بیان ہے کہ:

وسمع منها جماعة من طلبة الحديث۔[2]	ان سے طلبۂ حدیث کی ایک جماعت نے سماع کیا ہے۔

فاطمہ بنت حسین الواعظہ رازیہ کے حال میں امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ میں نے ان سے اپنے استاد ابوالفضل بن ناصر کی قراءت کے ذریعہ ابراہیم حربی کی کتاب ذم الغیبۃ، ابن سمعون کی کتاب المجالس اور امام شافعی کی مسند کا سماع کیا ہے۔[3]

امام ذہبی نے ام محمد شہدہ بنت کمال الدین کے تذکرہ میں ان سے اپنے سماع کی تصریح کی ہے، محدث ابن نقطہ کا بیان ہے کہ میں نے عائشہ بنت معمر اصفہانیہ سے مسند ابی یعلیٰ کا سماع کیا ہے، اور عائشہ نے اس کا سماع امام سیرفی سے کیا تھا، امام تقی الدین فاسی مکی کا بیان ہے کہ ام محمد علماء بنت ابوالیمن محمد نے اپنی پھوپھی ام الحسن فاطمہ بنت احمد بن رضی الدین سے حدیث مسلسل بالاولیہ کا اور اپنے نانا شیخ رضی الدین طبری سے ثساعیات رازی کا سماع کیا تھا۔ اور میں نے علماء بنت احمد سے ان دونوں کا سماع کیا ہے، اور مسندۃ مکہ فاطمہ بنت احمد بنت احمد بن قاسم سے ہمارے شیوخ نے سماع کیا تھا اور میں نے ان سے ثقفیات کا سماع مدینہ منورہ میں کیا جب کہ وہاں مقیم تھیں۔[4]

امام احمد بن علی صالحی حنفی متوفی ۷۶۵ھ نے زینب بنت معلم سے سماع کیا، ست الوزراء سے صحیح بخاری پڑھی،[5] ابوالعباس احمد بن علی قرشی بکری، کرمزی، ذہبی، ابن اجرزی کی طرح فاطمہ

---

1. ذیل العبر ذہبی ص ۸۸
2. العقد الثمین ج ۸ ص ۲۵۷
3. المنتظم ج ۱۰ ص ۸
4. العقد الثمین ج ۸ ص ۲۸۱، ۲۹۶
5. طبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ج ۱ ص ۳۶۱

بنت ابراہیم مقدسیہ نے بھی حدیث کی اجازت دی تھی[1]

اجازۃ بالروایۃ

معلوم ہو چکا ہے کہ بہت سے شیوخ حدیث نے عورتوں کو اپنی طرف سے روایت کی اجازت دے کر ان کو اپنے حلقۂ تلمذ میں شامل کیا ہے۔ اسی طرح بہت سی شیخات حدیث نے مَردوں کو اپنی طرف سے روایت کی اجازت دی ہے اور محدثین نے اس شرف وفضیلت پر فخر کیا ہے، دو ایک مثالیں اس کی بھی ملاحظہ ہوں۔

امام تقی الدین فاسی مکی نے لکھا ہے کہ اُم محمد سیّدہ بنت شیخ رضی الدین نے ہمارے شیخ حافظ زین الدین عبدالرحیم عراقی کو روایت کی اجازت دی ہے، اور ام محمد عائشہ بنت ابراہیم دمشقیہ نے امام برہان الدین ابراہیم بن احمد شامی کو اجازت دی ہے۔[2]

ابن خلکان نے ام المؤید زینب حرہ سے اجازت پانے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

ولنا منها اجازة كتبتها فى بعض شهور سنة ست عشرو ستماة۔[3]

ام المؤید زینب سے ہم کو اجازت حاصل ہے جسے انہوں نے ۶۱۶ھ کے کسی مہینہ میں لکھا تھا۔

اجازت بالروایہ کا طریقہ محدثین میں بہت عام تھا۔ بلکہ آج بھی اطراف پڑھ کر مختلف کتب حدیث کی سند واجازت دی جاتی ہے۔

مختلف شہروں میں درس حدیث

عام طور سے محدثات وشیخات کی مجلس درس ان کے مکان میں منعقد ہوتی تھی، اور طلبۂ حدیث وہیں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے، جیسا کہ خطیب بغدادی نے ان سے روایت کے سلسلہ میں ان کی قیام گاہوں کی نشان دہی کی ہے۔ مگر ان میں کئی عالمات و فاضلات نے مختلف شہروں میں بھی درس دیا ہے اور دینی علوم کو چلتے پھرتے عام کیا ہے، خلدیہ بنت جعفر بن محمد بغداد کی باشندہ

---

[1] ایضاً ص ۴۷۰

[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۳۵۲

[3] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۱۶

تھیں ایک مرتبہ وہ بلادعجم کے سفر میں نکلیں تو مقام دینور میں ان سے خطیب ابوالفتح منصور بن ربیعہ زہری نے حدیث کی روایت کی۔[1]

مسندۃ الوقت ست الوزراء بنت عمر تنوخیہ نے متعدد بار مصر اور دمشق میں صحیح بخاری اور مسند شافعی کا درس دیا۔ زینب بنت احمد مقدسیہ نے مصر اور مدینہ منورہ میں تعلیم دی، آمنہ بنت عنان نے بغداد اور موصل میں مجلس درس منعقد کر کے حدیث کی روایت کی، تقی الدین فاسی نے زینب بنت قاضی مکہ سے مقام بدر میں سماع کیا۔

محدثات وشیخات میں باہمی سماع وروایت

گذر چکا ہے کہ صدر اول میں جب احادیث کی روایت و تدوین کا سلسلہ شروع ہوا تو خواتین نے ایک دوسرے سے روایت کی، پھر ان کی احادیث مردوں تک پہونچیں، یہ سلسلہ بعد کے ادوار میں بھی جاری رہا، اور شیخات ومحدثات نے اپنی ہم جنسوں میں دینی تعلیم پھیلائی، اور ان کو حدیث کا درس دیا۔

چنانچہ ام سلیمان اُنَیسہ بنت نافع جو حضرت مصعب بن زبیر کی صاحبزادی سکینہ کی باندی ہیں، ان سے عمر بن مصعب بن زبیر کی صاحبزادی فاطمہ کی باندی طیبہ نے روایت کی۔

مُنَیّہ بنت عبید بن ابو برزہ نے اپنی دادی سے اور ان سے ام الاسود نے روایت کی،

ام نضرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ان سے نجیّہ راسبیہ بصریہ نے روایت کی، اور ام البنین بنت صعب بن منقذ نے اپنے والد سے اور ان سے سلامہ بنت عمر وقلیبیہ نے روایت کی، اُم البنین بنت عیاض اسلمیہ سے ان کی بہن قسیمہ بنت عیاض نے روایت کی۔

ام یحیٰ حیثہ بنت عبدالجبار بن وائل سے میمونہ بنت حجر بن عبدالجبار بن وائل نے روایت کی یعنی بھتیجی نے پھوپھی کی شاگردی کی۔ حکیمہ نے حضرت عائشہ سے اور ان سے ان کی بیٹی ام عاصم نے روایت کی رُفیعہ بنت وزر نے ابن شہاب اور ام ازعر سے اور ان سے ان کی پھوپھی کریمہ بنت عاطف بلویہ نے روایت کی، سدرہ مولاۃ ابن عامر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۴۴

اوران سے احمد بن حارث بن واقد غسانی کی والدہ ام الازہر بنت عمر غسانیہ نے روایت کی۔[1]

مسندۃ الشام زینب بنت کمال الدین احمد مقدسیہ کو عجیبہ باقداریہ نے اپنی مرویات کی اجازت دی، فاطمہ بنت سلیمان انصاریہ نے کریمہ بنت احمد مروزیہ سے احادیث کا سماع کیا۔ عائشہ بنت معمر اصفہانیہ نے فاطمہ جوزدانیہ کی مجلس درس میں حاضر ہوکران سے روایت کی، شیخہ معمرہ زینب بنت مکی نے ست الکعبۃ سے سماع کیا، سلطان صلاح الدین ایوبی کی پوتی شہزادی فاطمہ بنت الملک المحسن احمد نے بھی ست الکعبہ سے حدیث کا سماع کیا، فاطمہ بنت احمد سامریہ بغدادیہ نے حواریہ بنت عیسیٰ خزاز سے روایت کی۔

علم حدیث میں تصانیف

بنات اسلام نے علم حدیث کی اشاعت میں صرف درس و تدریس اور روایت ہی سے کام نہیں لیا بلکہ محدثین کی طرح انہوں نے بھی اس فن میں مستقل کتابیں تصنیف کیں، اور اسلامی کتب خانوں میں اپنی کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ چھوڑا۔ اپنی مرویات کو کتابی شکل میں مدون کیا، فن رجال میں کتابیں لکھیں۔ کتب احادیث کو نقل کیا۔ ان میں بہت سی عالمات کتابوں کے ضبط و مقابلہ اور تصحیح میں خاص ملکہ اور شہرت رکھتی تھیں امام ذہبی نے عجیبہ بنت حافظ محمد بن ابوغالب باقداریہ بغدادیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے اساتذہ وشیوخ حدیث کے حالات دس جلدوں میں لکھے تھے۔

ولها مشيخة فى عشرة اجزاء۔[2] شیوخ و اساتذہ کے تذکرہ میں ان کی ایک کتاب دس جلدوں میں ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عجیبہ باقداریہ کے شیوخ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔

ام محمد فاطمہ خاتون بنت محمد خطبہ اصفہانیہ کو تصنیف و تالیف میں بڑا اچھا سلیقہ حاصل تھا انہوں نے بہت سی عمدہ عمدہ کتابیں لکھی تھیں۔ جن میں الرموز من الکنوز پانچ جلدوں میں تھی، امام فاسی نے تصریح کی ہے۔

1۔ الاکمال جلد اول، دوم اور چہارم کے مختلف مقامات سے یہ واقعات لئے گئے۔
2۔ العبر ج ۵ ص ۱۹۴

ولها طرق حسنة في الوعظ و تواليف حسنة كـكتابها الموسوم بالرموز من الكنوز يقارب خمس مجلدات۔[1]

وعظ گوئی میں ان کو اچھا ملکہ حاصل تھا، انہوں نے اچھی اچھی کتابیں لکھیں جیسے ان کی کتاب الرموز من الکنوز تقریباً پانچ جلدوں میں ہے۔

ام محمد بن فاطمہ بنت نفیس الدین محمد بہنسیہ مکیہ نے حدیث اور دوسرے علوم میں بہت سی کتابیں لکھیں، فاسی نے لکھا ہے،

كتبت بخطها الكثير من الحديث والعلم۔[2]

علم حدیث اور دوسرے علم میں انہوں نے اپنے قلم سے بہت کچھ لکھا۔

خدیجہ بنت محمد شاہجانیہ بغدادیہ نے اپنے استاذ حدیث ابن میمون کی جملہ مرویات و احادیث کو ایک الگ کتاب میں جمع کیا تھا۔[3]

ام محمد شہدہ بنت کمال الدین عمر کو بہت سی حدیثیں زبانی یاد تھیں، انھوں نے بہت سی احادیث کتابی شکل میں یکجا کر لی تھیں۔[4]

کریمہ بنت احمد مروزیہ کو اپنی کتابوں کو ضبط و مقابلہ کے ذریعہ درست کرنے اور اپنے نسخوں کو مقابلہ کر کے تصحیح کرنے میں بڑا اچھا سلیقہ حاصل تھا۔ وہ بڑی سمجھ بوجھ کی محدثہ تھیں۔[5]

خدیجہ بنت شیخ شہاب الدین مکیہ اوران کے معاصر علماء وفضلاء میں خط وکتابت کے ذریعہ دینی امور اور علمی مسائل میں بحث وتحقیق جاری رہا کرتی تھی۔ وہ اس سلسلہ میں چھوٹے بڑے رسائل لکھا کرتی تھیں۔

عائشہ بنت عمارہ بن یحییٰ افریقہ کے شہر بجایہ کی رہنے والی تھیں۔ ان کا خط نہایت پاکیزہ اور خوبصورت تھا۔ انہوں نے ایک کتاب اپنے ہاتھ سے نقل کی تھی۔ جو اٹھارہ جلدوں میں تھی عمر بی کا بیان ہے۔

---

1. العقد الثمین ج ۸ ص ۲۰۲
2. العقد الثمین ج ۸ ص ۲۷۳
3. العبر ج ۳ ص ۲۴۶
4. ذیل العبر ذہبی ص ۴۹
5. ایضاً ج ۳ ص ۲۵۴

کتب خانہ قاضی اطہر مبارکپوری
تاسیس ۱۳۵۲ھ
MUBARAKPUR AZAMGARH
QAZI ATHAR MUBARAKPURI LIBRARY

و كان لها فهرسة ... وأثبت ... [1] — ان کا بڑا بہت مرد و فقہاء میں سے تھا۔ ان کی ایک کتاب ... ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی ہے جو اٹھارہ جلدوں میں ہے۔

ان چند مثالوں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ عالمات و فاضلات نے تصنیف و تالیف اور کتابت و تحریر کے شعبہ میں بھی اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ افسوس ہے کہ بعد میں ان کی تصانیف سے اعتناء نہیں کیا گیا جس کے نتیجہ میں ان کی کوئی کتاب آج ہمارے سامنے نہیں ہے۔

محدثات کی کتب و مرویات پر تخریج

محدثات کی کتابوں اور ان کی مرویات کی قبولیت و اہمیت کے پیش نظر بہت سے علماء و محدثین نے ان پر تخریج لکھی، اور ان کو اصل قرار دے کر اپنی مرویات کو ان سے ملایا۔

اللہ تعالیٰ نے بنات اسلام کو یہ شرف بھی عطا فرمایا ہے کہ ان کی کتابوں اور مرویات پر ان کے تلامذہ یا بعد کے علماء نے تخریج کی ہے۔ امام فاسی نے ام الفضل خدیجہ بنت تقی الدین علی بن ابو بکر طبریہ مکیہ کے حال میں لکھا ہے کہ۔

وخرج لها وحدثت [2] — ان کی احادیث پر تخریج کی گئی اور انہوں نے حدیث کا درس دیا۔

اسی طرح ام احمد رقیہ بنت احمد بن ابو بکر محمد طبریہ مکیہ کے بارے میں بیان کیا ہے۔

وخرج لها أيضا وحدثت [3] — ان کی احادیث پر بھی تخریج کی گئی اور انہوں نے حدیث کا درس دیا۔

افسوس کہ آج نہ محدثات کی کتابوں کا پتہ ہے اور نہ ان کی کتابوں پر تخریج کی ہوئی کتابوں کا پتہ ہے۔

---

1. عنوان الدرایہ فیمن کان من العلماء فی المائۃ السابعۃ بجایہ ص ۲۷ و ۲۸
2. العقد الثمین ج ۸ ص ۲۳
3. العقد الثمین ج ۸ ص ۲۲۱

فقہ وفتویٰ

ان محدثات و عالمات میں بہت سی فقیہات و مفتیات بھی گذری ہیں جنہوں نے کتاب وسنت کے ساتھ فقہ وفتویٰ میں کمال حاصل کیا ہے، اور فقیہہ و مفتیہ کی حیثیت سے شہرت پائی ہے، اور مسلمانوں نے ان کے تفقہ و افتاء پر کامل اعتماد کے ساتھ عمل کیا ہے۔ امام ابن قیم کی تصریح کے مطابق تقریباً بائیس صحابیات فقہ وفتویٰ میں مشہور تھیں جن میں سات امہات المومنین شامل تھیں، اور ان سب میں ام المومنین حضرت عائشہؓ فقیہہ امت کا لقب رکھتی تھیں۔ زینب بنت ابوسلمہ تفقہ میں اس قدر آگے تھیں کہ مشہور تابعی ابو رافع جب بھی مدینہ منورہ کی کسی فقیہہ کو یاد کرتے تھے۔ تو زینب بنت ابوسلمہ پہلے یاد آتی تھیں۔

مشہور حنفی فقیہ و عالم شیخ علاء الدین سمرقندی، متوفی ۵۳۹ھ مصنف ''تحفۃ الفقہاء'' کی صاحبزادی فاطمہ فقیہہ جلیلہ تھیں، ان کے شوہر شیخ علاء الدین کا سانی متوفی ۵۸۷ھ نے تحفۃ الفقہاء کی شرح البدائع و الصنائع کے نام سے لکھی، فاطمہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ شرح لکھنے کے درمیان جب کبھی ان کے شوہر سے کوئی غلطی ہوجاتی تھی تو وہ ان کو متنبہ کرکے تصحیح کرادیتی تھیں۔ فاطمہ اپنے والد اور شوہر کے ساتھ باقاعدہ فتوی نویسی بھی کرتی تھیں۔

و کانت الفتوی تاتی فتخرج و علیھا خطھا و خط ابیھا و خط زوجھا۔	فتاوی پر فاطمہ، ان کے والد اور ان کے شوہر تینوں کے دستخط ہوا کرتے تھے۔

قاضی ابوعبداللہ حسین بن اسمٰعیل محاملی کی صاحبزادی امۃ الواحد ستیۃ نے اپنے والد اور اسمٰعیل بن عباس وراق عبدالغافر بن سلامہ حمصی، ابوالحسن مصری، حمزہ ہاشمی وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا تھا۔ نہایت فاضلہ اور صالحہ عورت تھیں۔ فرائض، حساب، نحو، اور دیگر علوم وفنون میں مہارت رکھتی تھیں اور خاص بات یہ تھی کہ۔

حفظت القرآن و الفقہ.... و برعت فی مذھب الشافعی و کانت تفتی مع ابی علی بن ابی ھریرۃ۔[1]	انہوں نے قرآن اور فقہ کو زبانی یاد کیا تھا اور فقہ شافعی میں ان کو کمال حاصل تھا وہ شیخ ابوعلی بن ابوہریرۃ کے ساتھ فتوی دیا کرتی تھیں۔

---

[1] العبر ج ۳ ص ۴۔ المنتظم ج ۶ ص ۱۳۹۔ صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۹۷

ابن جوزی نے بنت الحاملی کے بارے میں یہاں تک لکھ دیا ہے۔

وکانت فاضلة من احفظ الناس للفقه علی مذهب الشافعی۔ — وہ نہایت فاضلہ اور مذہب شافعی کی فقہ کی سب سے بڑی حافظہ تھیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دور میں بنت الحاملی سے زیادہ فقہ شافعی کا جاننے والا دوسرا کوئی نہیں تھا۔ اسی لیے وہ امام ابوعلی بن ابوہریرہ کے ساتھ فتویٰ دیا کرتی تھیں۔

فقیہہ مفتیہ ام ہانی عیوسیہ، ان کی بہن فاطمہ اور شیخ زورق کی داوی فقیہہ ام البنین، یہ تینوں فقیہات و مفتیات مغرب اقصیٰ میں فقہ و فتویٰ میں خاص شہرت کی مالک تھیں۔

ام عیسیٰ بنت ابراہیم بن اسحاق بغدادیہ بھی بغداد میں مفتیہ تھیں، خطیب نے لکھا ہے۔

ذکرلی انها کانت فاضلة عالمة تفتی فی الفقه۔ — ان کے بارے میں مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ عالمہ فاضلہ تھیں۔ اور فقہی مسائل میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔

ابن جوزی نے بھی ام عیسیٰ کے فتویٰ دینے کی تصریح تقریباً ان ہی الفاظ میں کی ہے۔[1]

شیخ تقی الدین ابراہیم بن علی واسطی کی صاحبزادی امۃ الرحمٰن تفقہ اور فتویٰ میں خاص ملکہ اور شہرت رکھتی تھیں، اور ست الفقہاء کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔[2] اسی طرح امیر سید شریف علاء الدین علی بن خطیب شرف الدین احمد کی بہن شریفہ بھی فقہ و فتویٰ میں مشہور تھیں۔[3]

ام زینب فاطمہ بنت عباس بغدادیہ شیخہ، عالمہ، فقیہہ، زاہدہ، قانتہ اور خواتین زمانہ کی سیدہ تھیں۔[4]

فقیہہ یوسف بن یحییٰ اندلسی کی بہن فاطمہ بنت یحییٰ اندلسیہ قرطبیہ عالمہ فاضلہ اور پرہیزگار ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہہ بھی تھیں۔ اور بھائی کی طرح بہن بھی اس فن میں شہرت رکھتی تھیں۔ ان کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کے جنازہ میں جس قدر زیادہ مسلمان شریک ہوئے

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۴۳۔ المنتظم ج ۶ ص ۳۱۵۔

[2] ذیل العبر ذہبی ص ۱۴۷

[3] ذیل العبر حسینی ص ۲۸۷

[4] ذیل العبر ذہبی ص ۸۰

اس سے پہلے اس کی نظیر نہیں ملتی[1] اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام ابوبکر محمد بن علی اندلسی متوفی ۳۰۷ھ صبح سے زوال تک مسجد میں بیٹھ کر قرآن اور دیگر علوم شرعیہ کے درس کے ساتھ۔ عورتوں کو فتویٰ بتایا کرتے تھے اور وہ مسجد میں آ کر فتاویٰ معلوم کیا کرتی تھیں۔[2]

حفظ قرآن، تجوید اور تفسیر

ان محدثات و عالمات میں بہت سی حافظات قاریات مقریات اور مفسرات تھیں جنہوں نے حدیث کی طرح قرآن کی خدمت میں بہترین کارنامے انجام دیئے ہیں۔ حفصہ بنت سیرین نے بارہ برس کی عمر میں قرآن کریم کو مع اس کے معانی و مطالب کے حفظ کر لیا تھا۔[3] فن تجوید و قرأت میں بھی وہ مہارت رکھتی تھیں۔ ہشام راوی کا بیان ہے، جب کبھی ان کے بھائی محمد بن سیرین کو قرأت کے بارے میں کوئی شبہ پڑ جاتا تو اپنے شاگردوں سے کہتے کہ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اسے کیسے پڑھتی ہیں۔ حفصہ ہر رات نصف قرآن پڑھا کرتی تھیں۔[4]

فاطمہ نیشاپوریہ مشہور مفسرہ تھیں۔ اور فہم قرآن میں کلام کرتی تھیں۔ ابن ملوک نامی ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے اس سے زیادہ بزرگ عورت نہیں دیکھی۔ ایک دن میں نے ان کی علمیت پر تعجب کرتے ہوئے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ایک ولیہ ہے، اور میری استاد ہے۔[5] امۃ الواحد بنت المحاملی عالمہ، فاضلہ اور فقیہہ و مفتیہ کے ساتھ حافظ قرآن بھی تھیں۔

امام ضیاء الدین مقدسی کی بہن آسیہ اپنے زمانہ کی بے مثل عابدہ، زاہدہ اور حافظ قرآن تھیں اسی طرح ان کی زوجہ آسیہ بنت محمد بن خلف مقدسیہ قرآن کی بہترین عالمہ اور علوم قرآنی کی مہارت میں شہرت رکھتی تھیں، فن تجوید و قرأت سے خاص شغف تھا۔[6]

---

[1] العبر الملتمس ص ۵۳۱
[2] طبقات المفسرین ج ۲ ص ۱۰۹
[3] تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۰۹
[4] صفۃ الصفوۃ ج ۴ ص ۱۶
[5] ایضاً ص ۱۰۱
[6] حاشیہ الاکمال ج ۱ ص ۹۲

امام زین الدین ابوالحسن علی بن ابراہیم قاری دمشقی مصری متوفی رمضان ۵۹۹ھ زبردست فقیہ واعظ اور مفسر قرآن تھے۔ اور یہ تمام فضائل ان کی والدہ کی دعا کا نتیجہ تھے۔ جو خود بھی نہایت نیک، حافظہ، قرآن اور مفسرہ تھیں۔ ناصح الدین راوی کا بیان ہے۔

زین الدین سعد بدعاء والدته، کانت صالحة حافظة تعرف التفسیر۔	زین الدین اپنی ماں کی دعا سے اس مرتبہ کو پہونچے، وہ بہت نیک حافظۂ قرآن اور تفسیر جانتی تھیں۔

امام زین الدین کا بیان ہے کہ جب میں اپنے ماموں امام شرف الاسلام عبدالوہاب سے تفسیر پڑھ کر والدہ کے پاس جاتا تو وہ مجھ سے دریافت کرتیں کہ ایش فسر الیوم بھائی نے آج کیا تفسیر بیان کی، جب میں بتاتا کہ فلاں فلاں سورتوں کی تفسیر بیان کی ہے تو فرماتیں کہ کیا فلاں کا قول نقل کیا؟ کیا فلاں بات بیان کی؟ جب میں کہتا کہ نہیں تو ان کو بیان کر کے کہتی تھیں کہ انہوں نے یہ چھوڑ دیا ہے، ان کا یہ حال تھا کہ:

کانت تحفظ کتاب الجواهر وهو ثلاثون مجلدة تالیف والدها الشیخ الفرج، واقعدت اربعین سنة فی محرابها[1]	وہ اپنے والد کی لکھی ہوئی تفسیر کتاب الجواہر کو جو تیس جلدوں میں تھی زبانی یاد رکھتی تھیں اور چالیس سال تک مصلی پر بیٹھی عبادت کرتی رہیں۔

طبقات المفسرین میں اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام امام ابوالفرج عبدالواحد بن محمد شیرازی مقدسی متوفی ۴۸۶ھ نے کتاب الجواہر کے نام سے تیس جلدوں میں قرآن کی تفسیر لکھی۔ اور یہ پوری کتاب ان کی صاحبزادی کو یاد تھی۔[2]

امام ابومحمد سراج الدین عبدالرحمن بن عمر دانی حنبلی متوفی جمادی الاولیٰ ۶۴۳ھ کی اولاد میں ایک نابینا صاحبزادی تھیں جو اپنے زمانہ میں قوت حافظہ میں اعجوبہ شمار کی جاتی تھیں۔

وکانت له بنت عمیاء تحفظ کثیرا اذا سئلت عن باب من العلم من الکتب الستة ذکرت اکثره وکانت فی ذلک اعجوبة۔[3]	ابومحمد حرانی کی ایک لڑکی نابینا تھی اس کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ صحاح ستہ کی کسی حدیث کے بارے میں پوچھا جاتا تو فوراً بتا دیتی تھی قوت حافظہ میں وہ اعجوبہ تھی۔

---

1. طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۴۴۰
2. (ج ۱ ص ۳۶۲)
3. طبقات الحنابلہ

میمونہ بنت ابو جعفر مدنیہ، مشہور قاریہ مجودہ تھیں، انہوں نے یہ فن اپنے والد سے حاصل کیا تھا۔ اور ان سے دوسرے لوگوں نے پڑھا،

امام القراء ابن جزری نے اپنی صاحبزادی سلمٰی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے قرأت سبعہ میں قرآن مجید حفظ کر کے سنایا تھا اور قرأت عشرہ کی تعلیم بھی ان کے اصول کے مطابق حاصل کی تھی، وہ فن تجوید میں اس قدر آگے تھیں کہ اس زمانہ میں کوئی قاری و مجود ان کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا۔

ابن تغر بردی نے النجوم الزہرہ میں لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کی زوجہ زبیدہ کے محل سرا میں ایک ہزار باندیاں قرآن مجید پڑھا کرتی تھیں اور ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز کے مانند سنائی دیتی تھی۔ بنات اسلام نے قرآن کی خدمت اس کی کتابت کر کے بھی کی ہے۔ ابن فیاض نے اخبار قرطبہ میں لکھا ہے کہ شہر قرطبہ کے مشرقی علاقہ میں ایک سو ستر عورتیں خط کوفی میں قرآن کریم لکھتی تھیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پورے شہر قرطبہ کی عورتوں میں قرآن کریم کی کتابت کا کتنا ذوق رہا ہوگا۔ ہمارے ملک کے بادشاہ شاہجہان کی پوتی شہزادی شاد خانم نے خط ریحان میں مال متانت سے ایک قرآن کریم لکھا تھا جس کے آخر میں خط رقاع میں اپنا نام ونسب تحریر کیا تھا۔

وعظ و تذکیر

پردہ نشینانِ علم وفضل نے وعظ و تذکیر اور خطابت کے ذریعہ خواتینِ اسلام کے ایمان و عمل کو تازگی اور رونق بخشی ہے اور ان کے ذریعہ مسلم خانوادوں اور کنبوں کی بڑی اصلاح ہوئی ہے، ان محدثات وفقیہات اور عالمات میں بڑے آن بان کی واعظہ اور خطیبہ گذری ہیں جن کی ذات سے عام عورتوں کو بہت زیادہ فیض پہونچا ہے۔ وہ عورتوں کے مخصوص اجتماعات میں جا کر وعظ سناتی تھیں اور ان کے یہاں عورتیں آکر وعظ سنتی تھیں، اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ صنف نازک میں ادا ہوا ہے۔

امام حسن بصری کی والدہ ماجدہ خیرہ عورتوں کے مجمع میں وعظ سنایا کرتی تھیں، حضرت سامہ بن زید کا بیان ہے۔

رأیت ام الحسن تقص علی النساء[1] میں نے حسن بصری کی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ عورتوں میں وعظ کہتی تھیں۔

معاذۃ بنت عبداللہ مشہور تابعی حضرت صلہ بن اشیم کی زوجہ بڑی عالمہ فاضلہ اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، وہ عورتوں کے مجمع میں صدر نشین ہوکر ان کو وعظ سنایا کرتی تھیں۔ جعفر بن کیسان کا بیان ہے۔

رأیت معاذۃ محتبیۃ و النساء حولها۔[2] میں نے معاذۃ کو دیکھا ہے کہ وہ بیٹھی وعظ سناتی ہیں اور ان کے گرد عورتوں کا حلقہ ہے۔

ام الحکم عائشہ بنت محمد بغدادیہ "الواعظہ" کے لقب سے مشہور تھیں، اور عورتوں میں وعظ کہتی تھیں، امام ذہبی نے لکھا ہے۔

وکانت صالحۃ تعظ النساء۔[3] وہ نہایت بزرگ تھیں۔ عورتوں کو وعظ سناتی تھیں۔

ام احمد زلیخا بنت الیاس غزنویہ بھی "الواعظہ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ خرقہ پوش عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، گھروں میں جاکر عورتوں کو وعظ سناتی تھیں۔ امام فاسی کا بیان ہے۔

وکانت تعظ وتلبس المرقعۃ فی دویرۃ النساء۔[4] وہ وعظ کہتی تھیں اور خرقہ پہن کر عورتوں کے حجروں میں جاتی تھیں۔

اس سلسلہ میں شیخہ عالمہ، محدثہ، زاہدہ ام زینب فاطمہ بنت عباس بغدادیہ کی خدمات بہت اہم ہیں ان کے وعظ و تذکیر سے صرف بغداد ہی کی خواتین کو فیض نہیں پہنچا بلکہ دمشق اور مصر کی عورتوں نے بھی ان سے بڑا فیض پایا جس کی وجہ سے وہ "سیدۂ خواتین دوراں" کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ امام ذہبی نے ان کے حال میں لکھا ہے کہ ان کی ذات سے عورتوں کی بہت بڑی تعداد نے نفع پایا اور گناہوں سے توبہ کی، وہ زبردست عالمہ، قانعہ اور تعلیم و تذکیر کے ذریعہ نفع

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷۶

[2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۸۳

[3] العبر ج ۵ ص ۱۶۸

[4] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۳۸

رسانی کی حریص تھیں۔ ان میں اخلاص اور خوف خدا بہت زیادہ تھا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی انجام دیتی تھیں۔ ان کے ذریعہ دمشق اور مصر کی عورتوں کی اصلاح ہوئی، عوام و خواص کے دلوں میں ان کے لئے حد سے زیادہ احترام تھا، اور وہ لوگوں میں مقبول تھیں [1]

خیرونہ فاسیہؒ کے تذکرہ نگاروں نے ان کی دینی خدمات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ

کانت لھا ید فی نشر العقیدۃ الاشعریۃ فی نساء فاس۔ یعنی شہر فاس کی عورتوں میں اشعری عقائد کے پھیلانے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔

اور وہ اس بارے میں مغرب میں خاص شہرت رکھتی ہیں، امام ابن جوزی کے صاحبزادے ابوالمحاسن یوسف بن عبدالرحمٰن سترہ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے تو خلیفہ ناصر عباسی کی والدہ جہتہ نے ان کی کفالت کی اور ان کے والد امام ابن جوزی کے وعظ کی جگہ ان کو واعظ مقرر کیا۔ جو اس کی قبر کے قریب تھی، اور شاہی خلعت اور انعام و اکرام سے نوازا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد ابوالمحاسن وعظ گوئی اور فقہی درس میں اپنے اقران و معاصرین میں خاص شہرت کے مالک بن گئے [2]

رُشد و ہدایت، تصوّف اور تزکیۂ نفس

ان بنات اسلام میں بہت سی اللہ والیاں تھیں۔ جن کے نفوس قدسیہ کی برکت سے خواتین اسلام میں زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کی روح پیدا ہوئی ہے، ان عابدات و زاہدات اور صوفیات نے اپنے ہم جنسوں میں بڑا کام کیا ہے، اور ان کی رباطوں اور خانقاہوں میں بھی تزکیۂ نفس، اخلاقی تربیت اور اصلاح حال کا کام ہوا ہے، اور ان کے چشمۂ فیض سے احسان و تصوف اور اخلاص و روحانیت کے دھارے بہے ہیں۔

ام احمد زلیخا غزنویہ کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ وہ الواعظ کے لقب سے مشہور تھیں اور خرقہ پوشی میں زندگی بسر کی۔ وہ عورتوں کے یہاں جاجا کر وعظ و تلقین کیا کرتی تھیں، فاطمہ بنت حسین رازیہ بھی ''الواعظہ'' مشہور تھیں، ساتھ ہی عابدہ اور صوفیہ تھیں، ان کے بارے میں ابن

---

[1] ذیل العبر ذہبی ص ۸۰۔
[2] طبقات المفسرین ج ۲ ص ۳۸۱

جوزی نے لکھا ہے۔

لها رباط تحتمع فيه الزاهدات[1] ان کی خانقاہ تھی، جس میں عابد و زاہد عورتیں جمع ہوا کرتی تھیں۔

تاج النساء بنت رستم اصفہانیہ مکہ مکرمہ میں مجاورت و اقامت اختیار کرکے زہد و تصوف میں زندگی بسر کرتی تھیں بلکہ بقول امام تقی الدین فاسی مکی۔

و كانت مقدمة الصوفية بها۔[2] وہ مکہ مکرمہ کی صوفیہ میں سب سے آگے تھیں۔

اسی طرح مکہ مکرمہ کی مشہور شیخہ عالمہ زاہدہ صفیہ بنت ابراہیم کے بارے میں ان کا بیان ہے۔

شيخة الصوفيات خادمة الفقراء بالحرمين الشريفين۔[3] وہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں صوفیات کی شیخہ اور فقراء کی خادمہ تھیں۔

یعنی صفیہ بنت ابراہیم حرمین شریفین کی عابدات و زاہدات اور صوفیات کی مرشدہ تھیں، اوران کی اصلاح و تربیت کی خدمت انجام دیتی تھیں۔ ساتھ ہی یہاں کے مرد فقراء اور عباد و زہاد کی خدمت بھی کرتی تھیں، زہرہ بنت محمد بن احمد کو مورخوں نے شیخہ صالحہ صوفیہ کے القاب سے یاد کیا ہے، دمشق میں ان کے نام سے رباط الزہرہ تھی۔ وہ اسی سے متصل سکونت کرتی تھیں اور اپنی خانقاہ میں رہنے والی صوفیات و زاہدات کی تعلیم و تربیت دیتی تھیں۔

فاطمہ بنت محمد قسطلانیہ مکیہ محدثہ ہونے کے ساتھ زبردست صوفیہ بھی تھیں انہوں نے خرقۂ تصوف شیخ نجم الدین تبریزی سے پہنا تھا۔ اور جن اعیان محدثین نے ان سے پڑھا ان کو انھوں نے خرقۂ تصوف پہنایا۔[4]

فاطمہ بنت عبدالرحمٰن حرانیہ کا لقب ''صوفیہ'' ہے، ان کے احسان و تصوف کے بارے

---

[1] المنتظم ج ۱۰ ص ۷
[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۱۹۲
[3] ایضاً ص ۲۵۹۔
[4] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۵۹

میں خطیب بغدادی اور ابن جوزی کا بیان ہے کہ وہ صوفیہ کے لقب سے مشہور تھیں، کیونکہ صوف (اونی کمبل) ہی پہنتی تھیں۔ اور ساٹھ سال سے زائد مدت تک اپنے مصلّی پر بلابستر کے سوئی تھیں[1]

امام حافظ ضیاء الدین مقدسی کی بہن اور شیخ مجدالدین عیسٰی کی زوجہ آسیہ مقدسیہ اپنے زمانہ کی مشہور عابدات میں تھیں، دین و دیانت اور خیر و صلاح میں بہت آگے تھیں کتاب المشتبہ میں ان کے بارے میں ہے۔

من العوابد، حفظت القران العزيز	وہ عابدات میں تھیں، ساتھ ہی قرآن کی حافظہ، دین
توصف بالدين والخير والصلاح، ولها	و دیانت اور صلاح وتقویٰ میں مشہور، اوراد وظائف کی
وردٌ ومافی زمانها مثلها۔	پابند اور اپنے زمانہ میں بے مثال خاتون تھیں۔

ان چند مثالوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ بناتِ اسلام کا وجود مسعود دینی علوم وفنون اور اسلامی اعمال کے ہرمیدان میں نمایاں رہا ہے، اور اسلامی زندگی کا کوئی گوشہ ان سے خالی نہیں ہے حتی کہ زہدوتصوف اور خانقاہی زندگی میں بھی ان کی ذات بڑی پرکشش نظر آتی ہے، اور اس میں انھوں نے عورتوں کے ساتھ مردوں کی بھی خدمت کی ہے۔

شعروادب

خواتین اسلام نے ادب وعربیت اور شعروشاعری میں بھی نمایاں مقام حاصل کیا ہے اور ان میں نامی گرامی شاعرات وادیبات گذری ہیں۔ جن کے سامنے اچھے اچھے شعراء وادباء سپرانداز رہے ہیں۔

مریم بنت ابویعقوب اندلسیہ اپنے دور کی مشہور شاعرہ اور ادیبہ تھیں، نہایت دیندار اور باکمال خاتون تھیں۔ اندلس سے حج وزیارت کا سفر کیا تھا۔ عورتوں کوشعروادب کی تعلیم دیتی تھیں۔ اشبیلہ میں مستقل قیام تھا ان کے تذکرہ نگار نے لکھا کہ

الحاجة، اديبة شاعرة جزلة مشهورة	مریم حاجۃ ادیبہ شاعرہ اور صاحب حیثیت مشہور تھیں۔
كانت تعلم النسآء الادب و تحتشم	عورتوں کو عربی ادب کی تعلیم دیتی تھیں اور اپنی دینداری اور
لدينها و فضلها،	بزرگی کی وجہ سے بہت ہی معزز ومحترم مانی جاتی تھیں۔

---

[1] العقد الثمین ج۸ص ۲۸۷

چوتھی صدی کے بعد ان کی شاعری کو بہت شہرت وقبولیت حاصل ہوئی، ان کے دو اشعار یہ ہیں۔

وما ترتجی من بنت سبعین حجۃ — ومبع کنسج العنکبوت المُهَلْهَلِ

تدبّ دبیب الطفل تسعیٰ الی العصا — وتمشی بہا مشی الاسیر المکبّل

امیر اندلس ابن المبہد نے یہ اشعار سن کر مریم کی خدمت میں دینار بھیجے۔[1]

غسانیہ بھی اندلس کی مشہور شاعرہ تھیں۔ مقام بُجایہ میں رہتی تھیں، سلاطین اور امراء کی مدح میں اشعار اور قصائد کہا کرتی تھیں، انہوں نے امیر مرتبہ خیران عامری کی مدح میں ایک قصیدہ کہا تھا جس میں درباری شاعر ابوعمر احمد بن درّاج کے قصیدہ مدحیہ کا معارضہ ومقابلہ کیا تھا۔[2]

اندلسی شاعرات میں وادی آشیہ اس فن میں شہرت رکھتی تھیں اور امراء کی شان میں اشعار کہتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے وطن آش سے اشبیلیہ کا سفر کرکے امیر المومنین خلیفہ ابویعقوب کو سرِ دربار اپنے اشعار سنائے۔[3]

نزھون نامی ایک خاتون غرناطہ کی مشہور ادیبہ وشاعرہ تھیں۔ فی البدیہہ اشعار کہنے اور حاضر جوابی میں مہارت وشہرت رکھتی تھیں۔[4]

مستکفی باللہ محمد بن عبدالرحمٰن والی اندلس کی صاحبزادی وَلّادہ تھیں، ان کے بارے میں ان کے تذکرہ نگار نے لکھا ہے۔

ادیبۃ شاعرۃ جزلۃ القول، مطبوعۃ الشعر، وکانت تخالط الشعراء وتساجل الادباء، وتفوق البراء۔	وہ ادیبہ شاعرہ تھیں، ان کی باتیں وزنی اور طبیعت شاعرانہ تھی، شعراء وادباء میں رہ کر ان سے ادبی مسائل میں سوال وجواب کرتی تھیں اور سب پر بھاری تھیں۔

صفر ۴۸۴ھ میں اندلس میں فوت ہوئیں۔[5]

---

1 بغیۃ الملتمس ص ۵۲۸۔
2 بغیۃ الملتمس ص ۵۲۹
3 بغیۃ الملتمس ص ۵۳۰
4 بغیۃ الملتمس ص ۵۳۰
5 بغیۃ الملتمس ص ۵۳۲

مغرب اقصیٰ کی ادیبہ شاعرہ سارہ بنت احمد بن عثمان متوفیہ ۷۰۵ھ شعر وادب میں اس قدر آگے تھیں کہ ابن سلمون نے ان سے "اجازت" حاصل ہونے پر فخر کیا، اور رشید قیری اور سارہ کے درمیان شعری وادبی تعلقات تھے۔

مکہ مکرمہ کی مشہور محدثہ اور عابدہ وزاہدہ خاتون خدیجہ بنت شیخ شہاب الدین نویری بھی شاعرہ تھیں۔ اور نہایت عمدہ اشعار کہتی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی منقبت میں بہت سے اشعار اور تضمیں کہی ہیں۔[1]

محدثہ وفقیہہ زینب بنت کمال الدین ہاشمی بھی مکہ مکرمہ میں رہتی تھیں۔ عقل وخرد، مروت و شرافت اور عزت وریاست میں بہت آگے تھیں۔ ساتھ ہی شعر وشاعری کا نہایت ستھرا ذوق رکھتی تھیں اور ان کو بہت سے اشعار یاد تھے۔[2]

اسی طرح ام الحسین بنت قاضی مکہ شہاب الدین طبری شاعری کرتی تھیں اور ان کی تضمیں مشہور ومقبول تھیں۔[3]

ام علی تقیہ بنت ابوالفرج غیث بن علی سلمی صوری بقول ابن خلکان نہایت عالمہ و فاضلہ تھیں۔ ان کے عمدہ عمدہ اشعار اور قصائد ہیں، ایک مرتبہ انھوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھتیجے الملک المظفر تقی الدین عمر کی مدح میں قصیدہ خمریہ کہا جس میں شراب اور اس کے متعلقات کا ذکر تھا۔ جب امیر مذکور نے وہ قصیدہ پڑھا تو کہا کہ یہ محترمہ یہ باتیں ایام طفلی سے جانتی ہیں۔ جب اس کی خبر ام علی کو پہونچی تو انہوں نے دوسرا قصیدہ حربیہ کہا جس میں جنگ اور اس کے متعلقات کو نہایت سلیقہ سے بیان کیا اور اس پیغام کے ساتھ یہ قصیدہ بھی امیر کو بھیج دیا کہ علمی بھذا کعلمی بھذا (جس طرح مجھے یہ معلوم ہے، اسی طرح مجھے وہ بھی معلوم ہے) ان کی ولادت دمشق میں صفر ۵۰۵ھ میں اور وفات اوائل شوال ۵۷۹ھ میں ہوئی۔[4]

---

[1] العقد الثمین ج ۸ ص ۳۰۸

[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۳۳

[3] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۳۱

[4] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۰۳

خطاطی اور کتابت و انشاء

ان خواتین میں بہت سی کاتبات و منشیات بھی ہیں جنہوں نے فن انشاء اور حسن کتابت و خطاطی میں نام پیدا کیا ہے اور امراء و سلاطین نے سرکاری مراسلات و مکاتبات میں ان سے کام لیا ہے۔

ام الفضل فاطمہ بنت حسن بن علی الاقرع بغدادیہ کاتبہ بنت الاقرع کی کنیت سے مشہور ہیں۔ فن خطاطی و خوشنویسی میں استاد زمانہ تھیں۔ مشہور خطاط ابن البواب کے خط کی پوری نقل کرتی تھیں اور اہل علم ان سے خطاطی سیکھتے تھے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے۔

الكاتبة التي جوّد واعلى خطها، وكانت تنقل طريقة ابن البواب۔[1]

فاطمہ کاتبہ کے طرز خط پر لوگوں نے اپنے خط درست کئے وہ ابن البواب کاتب کے خط کی نقل کرتی تھیں۔

امام ابن جوزی کا بیان ہے۔

وكان خطها مستحسنا في الغاية۔

ان کا خط انتہا درجہ پاکیزہ اور حسین تھا۔

بنت الاقرع کو ان کے حسن خط کی وجہ سے وزیر ابونصر عبدالملک کندری نے بلاد جبل بلایا اور دیوان عزیزی اور عیسائی شاہ روم کے مابین صلح نامہ کی کتابت کرائی، یہ صلح نامہ صرف ایک ورق میں لکھا گیا تھا جس پر بنت الاقرع کو ایک ہزار دینار دیئے گئے تھے۔[2]

امۃ العزیز خدیجہ بنت یوسف عالمہ فاضلہ اور محدثہ تھیں، ساتھ ہی مشہور خوشنویس تھیں، اور اس فن کے مشاہیر سے خطاطی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ امام ذہبی کا بیان ہے۔

وجودت الخط على جماعة۔[3]

انہوں نے خطاطوں کی ایک جماعت سے خوشنویسی سیکھی تھی۔

فخر النساء شہدہ بنت احمد کاتبہ کے لقب سے مشہور تھیں ان کا خط نہایت پاکیزہ اور حسین تھا۔ ابن جوزی نے لکھا ہے۔

---

1. العبر ج۳ ص۲۹۶
2. المنتظم ج۹ ص۳۰
3. العبر ج۵ ص۳۹۸

وکان لها خط حسن۔[1] ان کا خط حسین وجمیل تھا۔

ابن خلکان نے ان کے حسن خط کے بارے میں لکھا ہے۔

کانت من العلماء، وکتبت الخط الجید۔[2] وہ علماء میں سے تھیں اور ان کا خط نہایت عمدہ تھا۔

اندلس کی مشہور کاتبہ وادیبہ مزنہ امیر الناصر الدین اللہ کی خاص کاتبہ ومنشیہ تھیں اور ان کا خط نہایت حسین وجمیل تھا۔ ۳۵۸ھ میں فوت ہوئیں۔[3]

منیہ کاتبہ خلیفہ معتمد علی اللہ عباسی کی باندی تھیں۔ فن کتابت وانشاء میں خاص شہرت رکھتی تھیں اور الکاتبہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ انہوں نے حدیث کی تعلیم ابوالطیب محمد بن اسحاق بن یحییٰ الوشاء سے پائی تھی اور ان سے عبیداللہ بن حسین بن عبداللہ بزاز انباری نے روایت کی تھی۔[4]

اندلس کی عالمات وفاضلات میں منفیہ بنت عبداللہ حسن خط میں شہرت کی مالک تھی، ایک مرتبہ ایک عورت نے ان کے خط میں عیب نکالا تو اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

دعـابة خـطـي فـقـلـت لها قصري   فسوف أريكِ الدُّرَ في نظم مسطري
ونـاديتُ كفي كي تـحـود بخطّها   وقـرّبتُ اقلامي و درقي و محبري
فـخـطّت بابيات ثلاث نظمتُها   ليـد ولهـا خـطّي و قلت لها: انظري[5]

عالمات اندلس میں لبنیٰ نامی ایک کاتبہ ومنشیہ خلیفہ حکم بن عبدالرحمٰن اموی کی خاص کاتبہ تھیں اور سرکاری خط وکتابت کی ذمہ داری سنبھالتی تھیں۔ ان کو فن کتابت میں حذاقت ومہارت حاصل تھی، خط نہایت پاکیزہ تھا۔ علم الحساب میں بھی ماہر تھیں، ساتھ ہی ساتھ شاعری، نحو، عروض اور دیگر علوم وفنون سے حصہ وافر رکھتی تھیں۔[6]

---

[1] المنتظم ج ۱۰ ص ۲۸۸
[2] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۲۵
[3] بغیۃ الملتمس ص ۵۳۰
[4] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۴۲
[5] بغیۃ الملتمس ص ۵۲۸
[6] بغیۃ الملتمس ص ۵۳۰

عائشہ بنت عمارہ بن یحییٰ شریف بجاتیہ افریقیہ ادبیہ وشاعرہ تھیں، ان کا خط نہایت پاکیزہ و پختہ تھا، ایک کتاب اٹھارہ جلدوں میں اپنے خط سے نقل کی تھی۔[1]

ابن فیاض نے اخبار قرطبہ میں لکھا ہے کہ قرطبہ کے مشرقی علاقہ میں ایک سو ستر عالمات وفاضلات ایسی تھیں جو خط کوفی میں قرآن شریف لکھتی تھیں۔

مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کی تعمیر اوران میں تعلیم وتربیت

چوتھی صدی کے بعد موجودہ مدارس کا انتظام ہوا، اس سے پہلے عام طور سے اہل علم اپنے مکانوں، محلہ کی مسجدوں اور جامع مسجدوں میں تعلیمی حلقے قائم کرتے تھے، جن کی افادیت آج کل کے جامعات اور دارالعلوموں سے کسی طرح کم نہ تھی۔ قدیم زمانہ میں عالمات وفاضلات نے عام طور سے اپنے اپنے گھروں میں اپنے حلقہائے درس قائم کئے مگر بعد میں جب باقاعدہ مدارس کا رواج ہوا تو انھوں نے نسوانی مدرسے جاری کئے۔

اندلس کی مشہور عالمہ فاضلہ غالیہ بنت محمد عورتوں کو ہر قسم کی تعلیم دیتی تھیں۔ اسی وجہ سے المعلمہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔[2] اندلس ہی کی دوسری عالمہ مریم بنت ابو یعقوب شلبیہ تھیں۔ جنہوں نے اندلس سے مکہ مکرمہ ہو کر حج ادا کیا تھا اور حاجہ مشہور تھیں۔ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ

کانت تعلم النساء الادب و تحتشم لدینها وفضلها و عمرت عمراً طویلاً۔[3]

وہ عورتوں کو علم وادب کی تعلیم دیتی تھیں اور دینداری و بزرگی کا بڑا مقام رکھتی تھیں۔ انھوں نے طویل عمر پائی تھی۔

ان دونوں فاضلات کے باقاعدہ نسوانی مدرسے تھے۔ جن میں وہ مستقل طور سے عورتوں کو تعلیم دیا کرتی تھیں۔

مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ شہاب الدین طبری کی صاحبزادی ام الحسین محدثہ وفقیہہ اور

---

1. عنوان الدرایہ ص ۴۷
2. بغیۃ الملتمس ص ۵۳۱
3. بغیۃ الملتمس ص ۵۲۸

عابدہ وزاہدہ عورت تھیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں بہت سے رفاہ عام کے کام کیے۔ جن میں مدرسہ ایتام بھی تھا۔ اس مدرسہ کو تعمیر کر کے بہت سی جائداد وقف کی۔ تاکہ یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت ہو سکے۔

امام فاسی نے لکھا ہے۔

ولها..... وکُتّابُ ایتام و وقفت علیٰ ذلک وقفا کافیاً بمکة و فی بعض اعمالها[1]

ام الحسین نے یتیموں کا مدرسہ بنوایا جس پر کافی جائداد مکہ مکرمہ اور اس کے باہر وقف کی تھی۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی بہن شہزادی ربیعہ خاتون نے جو عالمہ فاضلہ تھی، ملک شام کے مقام جبل میں ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کیا تھا۔ جس میں بڑے بڑے اساتذہ وشیوخ تعلیم دیتے تھے۔ اسی مدرسہ کے صحن میں ربیعہ خاتون دفن کی گئی[2] اسی طرح مقام جبل میں سلطان اتابک زنگی کی پوتی شہزادی ترکان بنت سلطان مسعود نے مدرسہ بنوایا اور مرنے کے بعد اسی میں دفن کی گئیں، امام ذہبی نے اسی مدرسہ کی نسبت سے ان کا تذکرہ صاحبة المدرسة والتربة بالجبل کے الفاظ سے کیا ہے۔[3]

بعض خواتین کے ایصال ثواب کے لئے مدرسے تعمیر کیے گئے جن میں مدتوں اسلامی علوم کی تعلیم جاری رہی اور خواتین کی ذات ان کا سبب بنی، دمشق میں ایک مشہور خاتون ام صالح ملک خاتون تھیں ان کے ایصال ثواب کے لیے ان کی تربت کے پاس ایک عظیم الشان مدرسہ جاری کیا گیا، جس میں تجوید وقراءت کی تعلیم دی جاتی تھی، اور اس فن کے ائمہ مدرس تھے، امام سخاوی کے مشہور شاگرد شیخ جمال الدین ابراہیم ابن داؤد مقری عسقلانی اس میں شیخ القرآة تھے۔ ان کے بعد شیخ زین الدین لوذی مقری بائیس سال تک مدرسہ ام الصالح میں شیخ المقرئین رہے، اور قراء کی بہت بڑی جماعت نے ان سے تعلیم حاصل کی نیز اس مدرسہ میں شیخ ناصر الدین محمد شافعی دمشقی نے

---

1. العقد الثمین ج ۸ص ۳۳۲
2. العبر ج ۵ص ۱۷۶
3. العقد الثمین ج ۸ص ۱۶۵

قدیم ترین اسلامی درس گاہ اور شہرۂ آفاق جامع قرویین مغرب اقصیٰ کے شہر فاس میں مدتوں درس دیا۔[1]

آج بھی اسلامی علوم کا گہوارہ ہے، اس کی تعمیر کا سہرا فاس کی ایک عابدہ زاہدہ اور نیک دل بنت اسلام ام البنین فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ فہریہ رحمۃ اللہ علیہا کے سر ہے، اس نے جامع قرویین کی زمین خریدنے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا تاکہ اس میں حرام کا شبہ تک نہ ہو۔ اور بنیاد کے دن سے تعمیر مکمل ہونے تک اللہ کی رضا جوئی کے لئے روزہ رکھا، قبیلہ ہوارہ کے ایک آدمی سے زمین خریدی اور خاندانی وراثت کے مال سے قیمت ادا کی۔ شنبہ یکم رمضان ۲۴۵ھ کو بنیاد رکھی، جس کا فیض آج بھی عالم اسلام کی عظیم درس گاہ کی حیثیت سے جاری ہے۔ اسی طرح ام البنین کی بہن مریم بنت محمد بن عبداللہ فہریہ رحمۃ اللہ علیہا نے ۲۴۵ھ میں ایک مسجد بنائی۔ جس میں اپنے والد سے پائی ہوئی وراثت خرچ کی، بعد میں یہ مسجد جامع الاندلس کے نام سے مشہور ہوئی اور اس سے بھی اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ صدیوں تک جاری رہا اور چوتھی صدی میں اس کو جامع قرویین کی شاخ قرار دیا گیا۔

قاضی عیاض کے بیان کے مطابق اس میں امام خیراللہ بن قاسم اندلسی درس دیتے تھے جنہوں نے مغرب میں سب سے پہلے مالکی مسلک کو فروغ دیا، اس میں ان کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا۔

سلطان محمد بن قلاؤون کی شہزادی اور امیر کمتمر کی زوجہ نے قاہرہ میں ۷۶۱ھ میں مدرسہ حجازیہ کے نام سے ایک عظیم الشان درس گاہ جاری کی، ساتھ ہی بہت بڑا کتب خانہ قائم کر کے فقہ شافعی کے درس کے لیے شیخ الاسلام سراج الدین بلقینیؒ کو مقرر کیا نیز اس میں فقہ مالکی کا درس جاری کیا۔

مکہ مکرمہ کے مدرسہ قاتبائی کے قیام واجراء میں ایک نیک دل خاتون کے اخلاص وایثار کو بڑا دخل تھا۔ اور یہ شاہی مدرسہ ایک فقیرہ کے جذبۂ ایثار کی نشانی بنا، ۸۸۲ھ میں سلطان قاتبائی نے مکہ مکرمہ کے شاہی وکیل کو لکھا کہ اس کے نام سے ایک مدرسہ جاری کیا جائے جس میں مذاہب اربعہ کی تعلیم دی جائے اسی کے ساتھ ایک رباط بنائی جائے جس میں یتیموں کے قیام کے لیے بہتر (۷۲) کمرے بنوائے جائیں، مدرسہ کے طلبہ کو بقدر کفایت وظیفہ بھی دیا جائے، وکیل نے اس

---

[1] العبر ج ۵ ص ۳۷۵

مدرسہ کے لیے جگہ تلاش کی تو بنی حسن کی نیک دل خاتون شریفہ شمسیہ نے اپنا ذاتی مکان پیش کر دیا۔ جسے خرید کر مدرسہ قاتیبائی تعمیر کیا گیا۔ یہ مدرسہ باب السلام اور باب النبی کے درمیان واقع تھا اور مدتوں اس کا فیض جاری رہا۔[1]

سلطان مراد خان ترکی کی والدہ مرحومہ نے شہر اسکدار میں ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کرایا تھا جس میں شیخ احمد بن روح اللہ انصاری نے درس دیا اور ملک روم کے علماء فضلاء اور اعیان اسی مدرسہ میں آ کر ان کے درس میں شریک ہوئے۔[2]

مدرسہ عذراویہ اور مدرسہ خاتونیہ برانیہ دمشق کے مشہور مدرسے تھے، جن کی تعمیر خواتین نے کی تھی اور ان میں علماء نے درس دیا۔ اسی طرح زبید یمن میں مدرسہ ام السلطان الجاہد تھا۔ جس کے مدرس شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن عمر علوی متوفی ۷۵۲ھ تھے۔[3]

خواتین اسلام نے مدارس کی طرح بہت سی رباطین یعنی سرائیں اور خانقاہیں بھی تعمیر کرائی تھیں جن میں عابدات و زاہدات اور صوفیات سکون و اطمینان سے زہد و تقویٰ اور احسان و تصوف کی زندگی بسر کرتی تھیں، زہرہ بنت محمد نہایت صالحہ اور صوفیہ تھیں انھوں نے دمشق میں اپنے نام سے رباط الزہرہ بنائی اور اسی کے قریب سکونت اختیار کر کے اپنی خانقاہ کی عابدات و صوفیات کو فیض پہونچایا۔ فاطمہ بنت حسین رازیہ عابدہ زاہدہ اور واعظہ تھیں۔ انہوں نے عابدات و زاہدات اور صوفیات کے لیے رباط بنوائی تھی۔

مکہ مکرمہ میں خواتین نے بہت سی رباطین اور خانقاہیں تعمیر کرائی تھیں۔ جن میں عابدات و زاہدات کے لیے ہر طرح کا انتظام تھا۔ امام تقی الدین فاسی مکی کی شفاء الغرام سے چند خانقاہوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ خلیفہ مقتدی عباسی کی قہرمانہ نے ۴۹۲ھ میں رباط نقاعیہ تعمیر کرائی تھی، جو ایسی بیواؤں کے لیے وقف تھی جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا تھا۔

خلیفہ ناصر عباسی کی والدہ کے نام سے رباط ام الخلیفہ تھی۔ جس کی تاریخ وقف ۵۷۹ھ

---

1. تاریخ مکہ احمد سباعی ص ۲۲۷
2. الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ج ا ص ۴۰۵
3. الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ج ا ص ۲۴۵ و ۲۴۷ و ۲۵۰

تھی، شریفہ فاطمہ بنت امیر ابولیلیٰ محمد نے ۵۷۷ھ میں رباط خاتون بنوا کر وقف کیا۔ ام الحسین بنت شہاب الدین طبری مکیہ نے رباط السیدہ بنا کر اسے فقراء و مساکین کے لیے وقف کیا۔ شیخ قطب الدین قسطلانی کی والدہ اور مکہ مکرمہ کی دیگر خواتین نے مل کر رباط الساجۃ کے نام سے ایک رباط تعمیر کی جس میں بے سہارا اور بے وطن دین دار عورتیں رہتی تھیں۔ رباط الساجۃ کے نام سے ایک رباط تعمیر کی جس میں بے سہارا اور بے وطن دین دار عورتیں رہتی تھیں۔ رباط بنت التاج ان خواتین کے لیے وقف تھی۔ جو اپنے وطن سے مکہ مکرمہ آ کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتی تھیں۔ ابوثامر مبارک بن عبداللہ قاسمی کی دو صاحبزادیوں (ام خلیل خدیجہ اور ام عیسیٰ مریم) نے رباط ابن السوداء خرید کر ان شافعی المذہب عابدات و صوفیات کے لیے وقف کی جن کے شوہر نہیں تھے، ام سلیمان اور بنت الحرابی دو خواتین نے مل کر زاویہ ام سلیمان اور رباط بنت الحرابی کے نام سے دو خانقاہیں تعمیر کیں جن میں مکہ مکرمہ کی عابدات قیام کرتی تھیں۔ یمن الملک الاشرف اسمٰعیل بن فضل کی زوجہ آدر الکریمہ نے رباط الحبۃ تعمیر کر کے وقف کی۔[1]

واضح ہو کہ ان رباطوں اور خانقاہوں میں علوم اسلامیہ کی وہ طالبات بھی رہتی تھیں جو خواتین اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ علماء و طلبہ کے لیے بھی انہوں نے اس طرح کی خدمت انجام دی ہے۔

خلیفہ مستضی عباسی کی باندی طالب الزمان حبشیہ نے مکہ مکرمہ میں رفاہ عام اور خیرات کے جو بہت سے کام کیے۔ ان میں نمایاں کام یہ تھا کہ ۵۰۰ھ میں دار زبیدہ کو خرید کر دس عدد شافعی علماء و فقہاء کے قیام کے لیے وقف کر دیا۔ دار زبیدہ وہی دار ارقم ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کفار مکہ کے ظلم و ستم سے عاجز ہو کر روپوش ہو گئے تھے۔ اور اسی میں قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے، معلوم ہو چکا ہے کہ یتیم بچوں کے لیے ام الحسین نے ایک مدرسہ قائم کر کے اس پر کافی جائداد وقف کی تھی۔

خواتین اسلام کی رفاہی خدمات کے سلسلے میں یہ معلومات عبرت انگیز ہیں کہ ام الحسین نے مسعیٰ میں پانی کی ایک سبیل وقف کی تھی۔ صوفیہ ام سلیمان کی ایک سبیل ان کی قبر کے قریب

---

[1] شفاء الغرام جلد اول

جنت المعلی سے متصل تھی، مصر کے بادشاہ الملک الناصر کی بہن نے سبیل الست بنوا کر وقف کی تھی۔ زینت بنت قاضی شہاب الدین نے اپنے بھائی قاضی نجم الدین کی طرف سے سبیل السیدہ کو صدقہ کیا تھا۔ خلیفہ مقتدر عباسی اور اس کی والدہ دونوں نے مل کر سبیل جوئی تعمیر کر کے وقف کی، صوفیہ ام سلیمان نے محلہ سوق اللیل میں عورتوں کے لیے ایک طہارت خانہ بنوایا تھا۔[1]

بنفشہ متوفی ۳۷۵ھ کا لقب جہتہ معظمہ تھا۔ بڑی عالمہ فاضلہ اور نیک دل خاتون تھیں انہوں نے سوق المدرسہ نامی علاقہ میں صوفیات و عابدات کے لیے ایک رباط اور خانقاہ بنوائی جس کا افتتاح پہلی رجب کو کیا۔ اس افتتاحی تقریب میں بنفشہ نے بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا۔ جس میں عابدات وصوفیات نے شرکت کی اور موقع کی مناسبت سے وعظ وتقریر کا سلسلہ بھی رہا، ایک کمرہ رباط زوزنی کے شیخ و مرشد ابوبکر صوفی کی بہن کے لیے مخصوص کیا گیا اور جہتہ معظمہ بنفشہ نے شرکائے جلسہ میں مال تقسیم کیا۔[2]

سلطان مراد خان کی والدہ مرحومہ نے جو مدرسہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کے افتتاح کی تقریب بھی جہتہ معظمہ بنفشہ کی خانقاہ کی افتتاحی تقریب سے کچھ کم نہ تھی۔ شیخ احمد بن روح جابری انصاری حنفی نے اس میں پہلا درس یوں دیا کہ اس زمانہ کے رواج کے برخلاف درس کی عام مجلس منعقد کی۔ جس میں دیار روم کے علماء وفضلاء کی ایک بڑی جماعت شریک ہوئی۔ شیخ احمد نے سورہ انعام کی تفسیر بیان کی، اس موقع پر نہایت شاندار علمی اور دینی جشن منایا گیا۔ سلطان کی والدہ نے تمام شرکائے درس کی دعوت کے لیے ایک ہزار دینار کا عطیہ دیا اور انواع واقسام کے عمدہ عمدہ کھانوں سے حاضرین کی تواضع کی گئی، پھر ان ہی شرکائے درس میں سے تقریباً پچاس اہل علم کو مدرسۂ مذکورہ میں ملازم رکھا گیا۔[3]

ذاتی اوصاف وکمالات

یہ عالمات ومحدثات فقیہات، مفتیات، صوفیات اور معاملات علم وفضل اور عمل وکردار کی

---

[1] شفاء الغرام جلد اول۔

[2] المنتظم ج ۱۰ ص ۲۷۱

[3] الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ج ۱ ص ۳۰۶

دولت کے ساتھ جاہ و حشم، شان و شوکت، عفت و عصمت، عزم و حوصلہ، فہم و فراست، نظم و ضبط کے ذاتی اوصاف و کمالات بھی رکھتی تھیں۔

ام خلیل شجرۃ الدر حسن و جمال کے ساتھ ذکاوت، عقلمندی، اور بہادری میں بھی مشہور تھیں

خدیجہ بنت شہاب الدین نویریہ مکیہ کے بارے میں تصریح ہے کہ یہ خاتون دین داری، پرہیزگاری عفت، شرافت و کرامت اور عبادت میں بہت اونچا مقام رکھتی تھیں [1]

مکہ مکرمہ کے قاضی و خطیب کی صاحبزادی محدثہ زینت ہاشمیہ عزت و شرافت، اخلاق و مروت، بلند ہمتی اور عقل وافر میں یکتا تھیں [2] قاضی مکہ شیخ نجم الدین احمد کی صاحبزادی کمالیہ کی اولوالعزمی اور عالی حوصلگی کا اندازہ ان کے شوہر شیخ خلیل مالکی کے اس قول سے ہو سکتا ہے۔

لوانها حاولت جبلا لازالته۔ [3] اگر وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا چاہتیں تو ہٹا دیتیں۔

تقویٰ طہارت میں عزیمت کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ دسویں صدی کی ایک عابدہ زاہدہ سیدہ بدیعہ ایجیہ مکہ مکرمہ میں رہتی تھیں اور تیس سال سے زائد مدت تک اس گوشت اور میوے وغیرہ کو منہ میں نہیں ڈالا جو افریقہ کے مقام بجیلہ سے منگائے جاتے تھے۔ کیونکہ وہاں کے باشندوں کے بارے میں سیدہ بدیعہ کو بتایا گیا تھا کہ وہ لڑکیوں کو وراثت میں شریک نہیں کرتے ہیں۔ اس بارے میں وہ اپنے والد شیخ نورالدین کے نقش قدم پر چلتی تھیں، جو مدینہ منورہ کے پھلوں کو اس لیے استعمال نہیں کرتے تھے کہ ان کے علم میں وہ لوگ ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔ [4]

خواتین اسلام کے غایت زہد و تقویٰ کی یہ مثال بھی سبق آموز ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بشر حافی بغدادیؒ کی بہن نے امام احمد بن حنبل سے فتویٰ پوچھا کہ ہم لوگ رات کو اپنی چھت پر سوت کاتتی ہیں، اس اثناء میں پولیس والوں کی مشعلیں ہمارے قریب سے گزرتی ہے، اور ان کی روشنی

---

[1] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۰۸

[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۳۳

[3] العقد الثمین ج ۸ ص ۳۱۲

[4] حاشیہ رسالۃ المسترشدین محاسبی ص ۳۴

ہم لوگوں تک پہونچتی ہے تو کیا ان کی روشنی میں ہماری کتائی جائز ہے؟ امام احمد نے جواب دینے کے بجائے ان سے سوال کیا کہ تم کون ہو اور جب انھوں نے بتایا کہ میں بشر حافی کی بہن ہوں تو امام صاحب نے روتے ہوئے فرمایا:

من بیتکم یخرج الورع الصادق لاتغزلی فی شعاعھا۔ — تم ہی لوگوں کے گھر سے صحیح پرہیزگاری کا ظہور ہوتا ہے، تم اس روشنی میں سوت نہ کاتو۔

فاطمہ بنت نصر بن عطار نہایت عابدہ زاہدہ عالمہ تھیں، ان کے حجاب کا یہ حال تھا کہ:

ماخرجت فی عمرھا من بیتھا الاثلاث مرات لضرورۃ، و کانت لاتلتفت الی زینۃ الدنیا۔[1] — وہ زندگی میں صرف تین بار ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلیں، دنیا کی زیب و زینت سے سروکار نہیں رکھتی تھیں۔

اسی طرح ام عبدالرحمٰن صفیہ بنت ابوالخیر مخزومیہ کے بارے میں تصریح ہے کہ

لاتخرج من بیتھا الاللحج والتحلل منھا۔[2] — وہ صرف حج کے مناسک کی ادائیگی کے لیے گھر سے نکلتی تھیں۔

ام کلثوم بنت قاضی جمال الدین قرشیہ مکیہ شادی کے بعد اپنے شوہر قاضی شہاب الدین احمد بن ظہیرہ کے ساتھ رہیں مگر ایک سال تک کسی دوسرے نے ان کا چہرہ نہیں دیکھا وہ تادم مرگ یوں رہیں کہ ان کی مانگ تو کیا ان کے سر کا بال بھی نہ دیکھا جاسکا۔ ان کا حال یہ تھا کہ اگر اپنی کسی لڑکی کو کھلے سر دیکھتی تھیں تو سزا دیتی تھیں۔

و کانت خیرۃ عاقلۃ ذات عفۃ و صیانۃ۔[3] — وہ بڑی نیک عقل مند اور عفت وعصمت والی خاتون تھیں۔

ست الکل بنت ابراہیم جیلانیہ کی والدہ عائشہ خاتون بڑی با اخلاق اور بامروت عالمہ فاضلہ تھیں۔ ان کا مستقل قیام عدن میں تھا، اور تجارتی سلسلہ میں مکہ مکرمہ آتی جاتی تھیں۔ حتی کہ اس

---

[1] المنتظم ج ۱۰ ص ۲۷۹

[2] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۶۱

[3] العقد الثمین ج ۸ ص ۳۵۲

دوران میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں، مگر کبھی حجاب سے باہر نہیں ہوئیں اور نہ کسی اجنبی نے ان کا چہرہ دیکھا۔[1]

ان بنات اسلام میں سے کئی ایک نے اپنی پوری زندگی علم اور دین کے لیے یوں وقف کر دی کہ زندگی بھر شادی نہیں کی مردوں میں ایسی مثال بہت کم ملے گی کہ علمی اور دینی زندگی کی خاطر تجرد اختیار کیا گیا ہو اور پوری زندگی شادی نہ کی گئی ہو، مگر خواتین میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

ام الکرام کریمہ بنت احمد مروزیہ مستقل طور سے مکہ مکرمہ میں رہتی تھیں۔ ائمۂ حدیث نے ان سے صحیح بخاری کی روایت کی ہے، انہوں نے زندگی بھر شادی نہیں کی اور بحالت تجرد بڑی عمر میں وفات پائی ہے۔[2]

فاطمہ بنت سلیمان معمرہ محدثات میں سے ہیں۔ تقریباً نوے سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔ مگر زندگی بھر تنہا رہیں اور شادی نہیں کی،[3] شیخہ معمرہ حبیبہ بنت عزالدین مقدسیہ اکانوے سال کی عمر میں فوت ہوئیں انہوں نے بھی شادی نہیں کی تھی۔[4]

مسندۂ شام زینب بنت کمال الدین نے بھی پوری زندگی علم وعمل اور صلاح وتقویٰ میں بسر کی اور دنیا سے بن بیاہی گئیں۔

اولاد کی اعلیٰ تعلیم وتربیت

بناتِ اسلام نے ملکۃ البیت اور راعیۃ الدار بن کر اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت میں پوری دلچسپی لی ہے اور اپنی بہترین کوشش ومحنت سے اپنے بچوں کو دینی علوم میں امامت کا وارث بنایا ہے۔ ذیل کے چند واقعات سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت امام مالکؒ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی ماں سے عرض کیا کہ میں پڑھنے جاؤں گا تو میری ماں نے کہا کہ آؤ میں تم کو علماء کا لباس پہنا دوں، پھر تم جا کر حدیث کا درس حاصل کرو،

---

1. العقد الثمین ص ۲۷۳
2. العبر ج ۳ ص ۲۵۴۔ والعقد الثمین ج ۸ ص ۳۱۰
3. ذیل العبر ذہبی ص ۴۳۔
4. ذیل العبر حسینی ص ۲۴۸۔

چنانچہ میری ماں نے مجھے کپڑے پہنائے۔ سر پر لمبی ٹوپی رکھی۔ اس کے اوپر عمامہ باندھا اور کہا اب جاؤ حدیث پڑھو۔[1]

حضرت امام سفیان ثوریؒ کو ان کی والدہ نے سوت کات کر پڑھایا اور ان کی تعلیم و تربیت کا پورا اہتمام کیا۔ امام وکیع بن جراح کا بیان ہے کہ امام سفیان ثوریؒ کی والدہ نے ان سے کہا کہ بیٹے، تم علم دین طلب کرو، میں کتائی کر کے تمہارا خرچ پورا کروں گی، بیٹے! جب تم دس حدیثیں پڑھ لو تو دیکھو کہ نیک چلنی، بردباری اور علم و وقار میں اضافہ ہوا یا نہیں، اگر تم کو ان امور میں زیادتی نظر نہ آئے تو سمجھ لینا کہ یہ علم تمہارے حق میں مفید نہیں بلکہ مضر ہے۔[2]

شیخ الاسلام امام اوزاعیؒ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ فقر و فاقہ میں اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پائی اور ماں نے اتنی بلند تعلیم و تربیت دی کہ بادشاہ بھی اپنی اولاد کو ایسی تربیت نہیں دے سکتے۔[3]

امام اسمٰعیل ابن علیہ بصریؒ کے والد کا نام ابراہیم بن مقسم ہے۔ ان کا خاندان سندھ کے علاقۂ قیقان کا تھا۔ وہ قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ کے غلام تھے، والدہ کا نام عُلَیہ بنت حسان تھا وہ قبیلہ بنو شیبان کی باندی تھیں۔ امام ابن عُلَیہ اپنی ماں کی کنیت و نسبت سے مشہور ہوئے کیونکہ ان کی تمام تر تعلیم و تربیت والدہ کی زیر سرپرستی ہوئی جو خود بھی عالمہ فاضلہ تھیں۔ امام عبدالوارث بصری کا بیان ہے کہ عُلَیہ بنت حسان اپنے بیٹے اسمٰعیل کو میرے پاس لائیں اور کہنے لگیں کہ یہ میرا بیٹا آپ کی خدمت میں رہ کر آداب و اخلاق سیکھے گا۔ اسمٰعیل بصرہ کے حسین ترین بچوں میں سے تھے۔ میں نے ان کو یوں تعلیم و تربیت دی کہ میں جب کسی دینی اور علمی حلقہ سے گذرتا تو اسمٰعیل کو آگے بھیجتا اور میں بعد میں جاتا۔ امام ابراہیم حربی کا بیان ہے کہ ابن عُلَیہ امام عبدالوارث کے یہاں سے اس حال میں پڑھ کر نکلے کہ اہل بصرہ ان کو استاد سے زیادہ معتمد و ثقہ سمجھتے تھے۔[4]

---

[1] المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۲۰۱

[2] تاریخ جرجان ص ۴۴۹

[3] تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۶۹

[4] تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۳۱

جس زمانہ میں حضرت امام شافعیؒ شکم مادر میں تھے۔ ان کی والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کے شکم سے مشتری سیارہ نکل کر مصر میں گرا اور ہر شہر میں اس کی روشنی پہونچی، اس زمانہ کے ماہرین تعبیر نے بتایا کہ ان کے شکم سے ایسا عالم پیدا ہوگا جس کا دینی اور علمی فیض اہل مصر کو خاص طور سے پہونچے گا اور ان سے پوری دنیا میں پھیلے گا۔[1]

خود امام صاحب کا بیان ہے کہ میں نے بحالت یتیمی اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پائی۔ میری والدہ نے مجھے معلم کے پاس پڑھنے کے لیے بھیجا مگر اس کے پاس معلم کی اجرت کے لیے پیسے نہیں تھے اس لیے معلم کی عدم موجودگی میں بچوں کو میں پڑھا دیتا تھا اس طرح قرآن شریف ختم کر کے میں علماء کی مجلس میں حدیث کا سماع کرنے لگا تو کاغذ خریدنے کے لیے میری والدہ کے پاس پیسے نہیں تھے اس لیے جو کچھ سنتا تھا زبانی یاد کر لیتا تھا پھر ہڈی پر اس کو لکھ لیا کرتا تھا، اس کے بعد بہ سلسلہ ملازمت یمن کا سفر کرنا پڑا مگر سفر کی تیاری کا انتظام نہیں ہو سکا تو میری والدہ نے اپنی چادر فروخت کر کے سامان سفر مہیا کیا اور میں یمن گیا۔ اس سفر کے بعد مجھے عزت وشہرت ملی۔[2]

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالملک شیبانی تھا امام صاحب کا بیان ہے کہ میں شکم مادر میں تھا تو میری والدہ مجھے خراسان سے بغداد لائیں۔ امام صاحب کے صاحبزادے صالح کا بیان ہے کہ میرے دادا تیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ میری دادی نے والد کی پرورش کی اور ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا۔ امام صاحب سے ایک روایت ہے کہ میں نے نہ اپنے دادا کو دیکھا اور نہ اپنے والد کو دیکھا جس کا مطلب یہ ہے۔ امام صاحب بالکل بچپن میں یتیم ہو گئے تھے اور والدہ نے ان کی پوری تولیت کی۔[3]

حضرت امام بخاریؒ کی نشو ونما یتیمی کی حالت میں یوں ہوئی کہ آپ نے بچپن ہی میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی جملہ تصانیف یاد کر لیں۔ نیز اسی زمانہ میں محمد بن سلام۔ مسندی، اور

---

[1] تاریخ بغداد بحوالہ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱۹

[2] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۹۸

[3] مناقب الامام احمد ابن جوزی ص ۱۴ و ۱۵

محمد بن یوسف بیکندی سے اپنے شہر بخارا کی احادیث کے سماع و روایت سے فارغ ہو کر ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ طلب احادیث کے لیے سفر فرمایا۔[1]

امام شعبہ بن حجاجؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ یہاں پڑوس میں ایک عورت رہتی ہے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث کی روایت کرتی ہے، تم بھی اس کے پاس جا کر ان احادیث کو سنو۔ چنانچہ والدہ کے حکم کے مطابق میں نے اس عورت کے یہاں جا کر اس کی مرویات کا سماع کیا، پھر والدہ کو بتایا کہ میں نے اس سے سماع کر لیا تو والدہ نے مجھے دعائیں دیں۔[2]

امام حافظ الحدیث عمر بن ہارون بلخیؒ کی کنیت ابو حفص ہے قبیلہ بنو ثقیف کے غلام تھے۔ امام ذہبی نے ابو غسان راوی کا بیان نقل کیا ہے کہ امام عمر بن ہارون بلخی کی والدہ احادیث لکھنے میں ان کی مدد کیا کرتی تھیں۔[3]

امام حافظ الحدیث ابو احمد حجاج بن یوسف بن حجاج بغدادیؒ حجاج بن الشاعر کے نام سے مشہور ہیں۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ میں نے حجاج بن الشاعر سے سنا ہے کہ میری والدہ نے میرے لیے ایک سو روٹیاں مہیا کیں جن کو میں زنبیل میں رکھ کر امام شبابہؒ کی خدمت میں بغداد پہونچا اور سو دن تک ان کی خدمت میں رہ کر حدیث پڑھتا رہا۔ اس درمیان میں روزانہ ایک روٹی دریائے دجلہ میں بھگو کر کھا لیتا تھا۔ جب تمام روٹیاں ختم ہو گئیں تو میں بغداد سے نکل گیا۔[4]

آپ نے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ماؤں کی حرص و محنت کے یہ چند واقعات پڑھے اس سلسلہ میں دو ایک ایسے واقعات بھی سنئے جن میں ان کی اس حرص پر شفقت مادری غالب آ گئی۔

محدث بغداد امام ابار ابو العباس احمد بن علی بن مسلمؒ نے اپنی ماں سے بلخ کا سفر کر کے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۲۲

[2] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۸۱

[3] تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۱ ص ۳۱۱

[4] تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۱۸

امام قتیبہ سے حدیث پڑھنے کی اجازت چاہی۔ ماں نے غایت محبت وشفقت کی وجہ سے اپنے بچے کو اجازت نہیں دی۔ جب ان کا انتقال ہوگیا تو امام ابار نے بلخ کا سفر کیا مگر وہاں پہونچے تو معلوم ہوا کہ امام قتیبہ دنیا سے کوچ کر گئے، اس پر ان کو اس قدر رنج وغم ہوا کہ لوگوں نے ان کو تسلی دی اور تعزیت کی۔[1]

امام ابن سعد سمعانی اپنے دادا امام ابوالمظفر منصور سمعانی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے استاد امام سعد زنجانی متوفی ۴۷۱ھ کی صحبت ومعیت میں مکہ مکرمہ میں قیام و مجاورت کا ارادہ کیا تھا۔ ایک رات اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ سخت پریشان ہیں اور کہتی ہیں کہ بیٹے! تمہارے اوپر میرے حق کا واسطہ ہے تم مَرْو واپس آجاؤ۔ میں تمہاری جدائی برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہوں۔

امام ابوالمظفر سمعانی کہتے ہیں کہ بیداری کے بعد مجھے سخت پریشانی ہوئی اور سوچا کہ امام سعد زنجانی سے خواب بیان کر کے مشورہ لوں گا۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا مگر ان کے اردگرد اس قدر مجمع تھا کہ بات نہ کرسکا جب وہ مجلس سے اٹھ کر چلے تو میں ان کے پیچھے چلا راستہ میں انہوں نے میری طرف مڑکر فرمایا کہ ابوالمظفر! بوڑھی ماں تمہارا انتظار کررہی ہے۔ یہ کہہ کر گھر کے اندر چلے گئے۔ میں سمجھ گیا کہ ان کو میرے دل کی بات معلوم ہوگئی اور میں اس سال اپنے وطن مرو لوٹ آیا۔[2]

اعتراف واحترام

ان عالمات و فاضلات کی خدمت وعظمت کے اعتراف میں علمائے اسلام نے بڑی فراخ دلی اور وسعت ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔ ان کو بڑے بڑے القاب وخطابات سے نوازا، ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ ان سے استفادہ و افادہ میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، ام محمد خدیجہ بغدادیہ امام احمد بن حنبل کی مجلس میں حاضر رہا کرتی تھیں۔ امام صاحب ان سے بہت مانوس تھے اور ان پر خاصی توجہ فرماتے تھے۔ امام صاحب کے صاحبزادے کا بیان ہے:

---

1. تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۱۹۳
2. تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۴۶

کانت تجیئ الی ابی تسمع منہ و یحدثہا۔[1] خدیجہ والد صاحب کے پاس آتی جاتی تھیں اور ان سے حدیث کا سماع کرتی تھیں اور والد صاحب بھی ان سے احادیث بیان کیا کرتے تھے۔

مشہور حافظ حدیث ابن علیہ کی والدہ عُلَیّہ بنت حسان کے پاس بصرہ کے مشائخ اور فقہاء آتے تھے اور وہ ان سے علمی اور دینی گفتگو کرتی تھیں، مشہور محدثہ اور عابدہ زاہدہ ریطہ بنت عبداللہ کی زیارت کے لیے بڑے بڑے مشائخ اور عباد و زہاد آیا کرتے تھے، ابن جوزی نے لکھا ہے۔

وکان مشائخ الزھّاد یزور و نہا۔[2] ریطہ کی زیارت بڑے بڑے زاہد اور مشائخ کیا کرتے تھے۔

خدیجہ بنت شہاب الدین مکیہ سے اہل علم کے استفادہ کا یہ حال تھا، کہ ان میں اور ان کے معاصر علماء میں مختلف علمی اور دینی مسائل میں خط وکتابت رہا کرتی تھی۔[3]

خواتین اسلام کی عظمت و جلالت اور امامت و سیادت کا عملی اقرار و اعتراف ان کے ہاتھ سے خرقہ پوشی کے ذریعہ بھی ہوا ہے، اور مشائخ نے شیخات سے احسان وتصوف میں خرقہ حاصل کیا ہے، امۃ الرحمٰن فاطمہ بنت قطب الدین مکیہ جمالیہ نے شیخ نجم الدین تبریزی سے خرقۂ خلافت پہنا اور اعیان کی ایک جماعت کو حدیث کی تعلیم دے کر خرقۂ خلافت پہنایا۔[4]

حفصہ بنت سیرین کی بزرگی و برتری کا اعتراف ایاس بن معاویہ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

ماادرکتُ احداً افضلہ علی حفصۃ۔[5] میں نے کسی کو ایسا بزرگ نہیں پایا کہ اسے حفصہ پر فضیلت دوں۔

---

[1] ذیل العبر ذہبی ص ۲۱۳
[2] المنتظم ج ۶ ص ۲۵۸
[3] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۰۸
[4] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۰۸
[5] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۰۹

شیخہ ام الفتح امۃ السلام بنت قاضی ابوبکر احمد بن کامل بغدادیہ کے علم وفضل اور دین و دیانت کا اعتراف بغداد کے اعیان محدثین نے کیا ہے۔ خطیب کا بیان ہے:

سمعت الازہری والتنوخی ذاکرا امۃ السلام بنت احمد بن کامل فاثنیا علیہا ثناءً حسناً و وصفاھا بالدیانۃ و العقل والفضل۔[1]

میں نے امام ازہری اور امام تنوخی کو امۃ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے ان دونوں حضرات نے ان کی خوب تعریف کی اور ان کی دیانت، عقل اور فضل کو بیان کیا۔

امام ابو حامد اسفرائینی اپنی جلالت شان کے باوجود ام حسین جمعہ بنت احمد نیشاپوریہ کی تعظیم وتکریم کیا کرتے تھے۔ محدث خلّال کا بیان ہے:

کان ابو حامد الاسفرائینی یعظمھا و یکرمھا۔[2]

ابو حامد اسفرائینی ان کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔

ام زینب فاطمہ بنت عباس بغدادیہ محدثہ واعظہ تھیں اور عوام و خواص میں بے پناہ مقبولیت رکھتی تھیں ذہبی کا بیان ہے۔

وکان لھا قبول زائد و وقع فی النفوس۔[3]

ان کی ہر دل عزیزی اور لوگوں میں مقبولیت حد سے زائد تھی۔

خدیجہ بنت شہاب الدین نوریہ مکیہ کے بھائی شیخ الاسلام قاضی کمال الدین اور قاضی نورالدین اپنی بہن کا حد درجہ احترام کرتے اور ان سے دعا کراتے تھے۔ فاسی کا بیان ہے۔

یبالغان فی اکرامھا غایۃ المبالغۃ و یتبرکان بدعائھا۔[4]

دونوں بھائی اپنی بہن کی تعظیم وتکریم میں انتہائی درجہ مبالغہ سے کام لیتے تھے اور ان کی دعا کی برکت حاصل کرتے تھے۔

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۴۳
[2] تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۴۴۳
[3] ذیل العبر ذہبی ص ۸۰
[4] العقد الثمین ج ۸ ص ۲۰۷

فخر النساء شہدہ بنت احمد بغدادیہ کے علم وفضل کا شہرہ دور دور تک تھا۔[1]

ام الفضل ستیتہ بنت قاضی ابوالقاسم عبدالواحد کے ذکر میں امیر ابن ماکولا نے فخریہ انداز میں لکھا ہے۔

جارتنا....... کتبتُ عنها — وہ ہماری پڑوسن تھیں، میں نے ان سے حدیث لکھی ہے۔

نیز تصریح کی ہے کہ ان سے خطیب بغدادی اور صوری وغیرہ نے تعلیم حاصل کی ہے۔[2]

اسی طرح امیر ابن ماکولا نے ابوالفتح بن ابوالفوارس کی باندی حمیرہ کے بارے میں نہایت فخر و امتنان کے انداز میں لکھا ہے۔

زوجة شيخنا عبدالعزيز بن علی الازجی رحمه الله، روت عن ابن ابی الفوارس وكانت تحضر عندی كثيراً ولم اسمع منها شيئاً وسمع غيری منها۔[3]

وہ ہمارے استاد عبدالعزیز بن علی ازجی کی زوجہ تھیں، ابن ابوالفوارس سے حدیث کی روایت کی، میرے یہاں اکثر آیا کرتی تھیں، میں نے ان سے سماع نہیں کیا البتہ میرے علاوہ دوسروں نے ان سے سماع کیا ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالعزیز امام محمد بن ہیصم کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، شیخ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی شادی اپنے اس شاگرد سے کردی اور میاں بیوی دونوں ہی اپنے زمانہ میں علم وفضل میں یکتا و بے مثل تھے، تذکرہ نگار کا بیان ہے:

وكانت عالمة زمانها، وهذا من افاضل زمانه۔[4]

ام کلثوم اپنے زمانہ کی مشہور عالمہ تھیں اور ان کے شوہر اپنے زمانہ کے فضلاء میں سے تھے۔

ان خادماتِ اسلام کی مقبولیت اور ہردل عزیزی کا آخری منظر اس وقت قابل دید ہوتا تھا جب وہ دنیا سے جاتی تھیں، اور علماء اور عوام والہانہ انداز سے ان کو الوداع کہتے تھے، اور ان

---

[1] ابن خلکان ج۱ص ۲۴۵
[2] اکمال ج۴ص ۲۶۴
[3] اکمال ج۲ص ۳۰
[4] طبقات المفسرین ج۲ص ۳۵۵

کتب خانہ قاضی اطہر مبارکپوری
تاسیس ۱۳۵۲ھ
MUBARAKPUR AZAMGARH
QAZI ATHAR MUBARAKPURI LIBRARY

خواتین کے جنازے میں بے پناہ مخلوق شریک ہوتی تھی، بغداد کی مشہور محدثہ اور زاہدہ فاطمہ بنت نصر کے جنازہ میں اس قدر زیادہ مسلمان شریک ہوئے کہ لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے جامع القصر کے مقصورہ کی جالیاں نکالنی پڑیں، اطراف کے تمام بازار اور سڑکیں آدمیوں سے بھر گئیں، اور عید کے دن سے زیادہ مجمع ہوا۔ ان کے جنازہ میں علماء اور عوام کے علاوہ ارکان دولت بھی شریک ہوئے۔ اعیان بغداد مقبرۂ امام احمد تک ان کے جنازہ کے ساتھ گئے۔ بھائی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور باپ کے پہلو میں دفن کی گئیں مدتوں ان کا ذکر خیر عوام وخواص میں ہوتا رہا۔[1]

اندلس کی محدثہ وفقیہہ اور عابدہ وزاہدہ فاطمہ بنت یحییٰ قرطبہ میں فوت ہوئیں، اور مقام ربض میں دفن کی گئیں، ان کے جنازہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں اس قدر آدمی شریک ہوئے کہ کسی عورت کے جنازہ میں اس سے زیادہ آدمی نہیں دیکھے گئے۔ ان کی نماز جنازہ محمد بن ابوزید نے پڑھائی تھی۔[2]

فخر النساء شہدہ بغدادیہ کی نماز جنازہ جامع القصر میں ادا کی گئی اور اس قدر مجمع ہوا کہ مقصورہ کی جالیاں ہٹانی پڑیں۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ ان کے جنازہ میں علماء اور کثیر مخلوق نے شرکت کی، اسی طرح مکہ مکرمہ کی محدثہ ام الخیر جویریہ کے جنازہ میں خلق کثیر نے حاضری دی اور ام زینب فاطمہ بنت عباس بغدادیہ کا جنازہ بھی، جنازۂ مشہودہ تھا اور ایک جم غفیر نے اس میں شرکت کی۔

---

[1] المنتظم ج ۱۰ ص ۲۷۹

[2] بغیۃ الملتمس ص ۵۳۱

باب دوم

طبقۂ صحابہؓ میں فقیہات ومُفتیات اور محدّثات

اسلام اور مسلمانوں کے امتیازات میں سے یہ امتیازی شان ہر دور میں نمایاں رہی ہے کہ اسلامی اور دینی علوم میں مردوں کی طرح عورتوں نے پورا حصہ لیا ہے، اور ان کی تعلیم وتدریس اور نشر واشاعت میں ان کے دوش بدوش خدمات انجام دی ہیں، خاص طور سے حدیث وفقہ میں عورتیں پیش پیش رہی ہیں، صحابیات، تابعیات اور ان کے بعد کی بناتِ اسلام نے احادیث کی تدوین وترتیب اور روایت میں نمایاں کام کئے ہیں، اسی طرح فقہ وفتویٰ میں ان کی شاندار خدمات ہیں اور بہت سے حفاظِ حدیث اور ائمہ فقہ نے اپنی جلالتِ شان کے باوجود ان محدثات وفقیہات سے استفادہ کیا جو علم وعمل، روایت ودرایت، تفقہ اور زہد وتقویٰ میں مشہور زمانہ رہی ہیں۔

فقہ وفتویٰ کی باقاعدہ تدوین سے پہلے خاص خاص فقہاء وفقیہات اس میں مہارت وشہرت رکھتے تھے، عہد رسالت میں خود رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس جملہ دینی علوم وامور کا مرکز تھی۔ ہر قسم کے معاملات ومسائل آپ کے سامنے پیش کئے جاتے تھے، اور آپ ان میں رہنمائی فرماتے تھے، نیز اس زمانہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علیؓ فتویٰ دیا کرتے تھے، بعض روایات میں ہے کہ عہد رسالت میں صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فتویٰ دیا کرتے تھے[1]۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۳۵ طبع بیروت

اسی طرح بعض صحابہ جو مختلف مقامات کے لیے امیر و معلم بنا کر روانہ کیے جاتے تھے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں افتاء کا کام کرتے تھے، بعض احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے خاص خاص صحابہ کے علمی کمالات کو بیان فرما کر مسلمانوں کو ان سے استفادہ کی تلقین فرمائی ہے۔

دوسری صدی کے نصف اول تک فقہ وفتویٰ کا یہی حال رہا حتی کہ ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیان پورے عالم اسلام میں فقہی ترتیب وتبویب پر باقاعدہ احادیث کی تدوین ہوئی اور علمائے اسلام نے اس انداز پر کتابیں لکھیں، اس دور سے پہلے احادیث وفقہ کے حاملین اپنے اپنے طور پر تحدیث وافتاء کی خدمت انجام دیتے تھے۔ جن میں مردوں کی طرح عورتیں بھی شامل تھیں۔

چنانچہ امام ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جن صحابۂ کرام سے فقہی مسائل وفتاوے منقول ومحفوظ کئے گئے ہیں، ان کی تعداد ایک سوتیس سے زائد ہے، ان میں مرد اور عورتیں سب ہی شامل ہیں۔ پھر ان کے حسب ذیل تین طبقات قائم کر کے ہر طبقہ کے فقہاء ومفتیین کی طرح فقیہات ومفتیات کے نام درج کئے ہیں۔

طبقۂ مکثرین میں سات اجلۂ صحابہ ہیں جن کے فتاوے اگر مدوّن و مرتب کئے جائیں۔ تو ہر ایک صحابی کی ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ چنانچہ خلیفہ مامون کے پرپوتے ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن امیر المومنین مامون نے ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاوے بیس جلدوں میں مرتب کئے تھے۔ اس طبقہ عُلیا میں فقیہۂ امت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔

طبقۂ وسطیٰ میں تیرہ فقہائے صحابہ ہیں جن میں سے ہر ایک کے فتاوے مختصر کتاب میں آسکتے ہیں، ان میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

طبقۂ سُفلیٰ میں باقی حضرات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے فتاوے ایک ایک جزء میں جمع کئے جاسکتے ہیں، ان میں ام المومنین حضرت صفیہؓ، ام المومنین حضرت حفصہؓ، ام المومنین، حضرت ام حبیبہؓ، ام المومنین حضرت جویریہؓ، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن کے علاوہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ، حضرت ام عطیہؓ، حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ، حضرت ام شریکؓ، حضرت ام الدرداءؓ، حضرت عاتکہ بنت زیدؓ، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ، حضرت لیلیٰ بنت قائفؓ، حضرت حولاء

بنت تویتؓ، حضرت سہلہ بنت سہیلؓ، حضرت ام سلمہؓ حضرت زینب بنت ام سلمہؓ حضرت ام ایمنؓ، حضرت ام یوسفؓ، حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔ جن میں بعض تابعیات میں سے ہیں۔[1]

اس تصریح کی رو سے ایک سو تیس فقہائے صحابہ میں سے بائیس فقیہات و مفتیات ہیں، جن میں سے ہر ایک کے فقہی مسائل اور فتاوے ضخیم جلدوں، متوسط کتابوں اور مختصر اجزاء میں مرتب ہو سکتے ہیں اور جن کے تفقہ اور فقہی آراء کی مقبولیت و شہرت صحابہ و تابعین کے زمانہ میں عام تھی۔

امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں بتیس حفاظ صحابہ کا تذکرہ کر کے اجمالی طور سے چونسٹھ علماءِ صحابہ کے نام درج کیے ہیں۔ جن سے صحاح احادیث مروی ہیں جن میں ان چودہ صحابیات کے اسماء بھی درج کئے ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق، ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہ، ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب عدویہ، ام المؤمنین حضرت حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان امویہ، ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہ، حضرت زینب بنت ابوسلمہ مخزومیہ، حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہاشمیہ، حضرت ام الفضل لبانہ بنت حارث ہلالیہ، ان کی بہن ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ، حضرت ام عطیہ نسیبہ انصاریہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند مخزومیہ، حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریہ، ان کی بہن حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریہ، حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہن۔[2]

اس باب میں ان ہی فقیہات و مفتیات کا مختصر تعارف مقصود ہے۔ جس میں ان کی فقہی حیثیت کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے، ان فقیہاتِ اسلام اور مفتیاتِ امت میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نام سرفہرست ہوتا اگر وہ قدیمۃ الوفات نہ ہوتیں، ہم بطور تبرک ان کا مختصر حال لکھتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ابتداء میں رسول اللہ ﷺ اور اسلام کو ان سے جس قدر تقویت پہونچی کسی سے نہیں پہونچی، اور وہ مکی دور کے اسلامی احکام کی عالمہ و فاضلہ تھیں۔

---

(۱) اعلام الموقعین ج ۱ ص ۹/۱۰/۱۱

(۲) تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۵

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ابتداء میں عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں۔ پھر ابو ہالہ نباش بن زرارہ اُسیدی کے نکاح میں آئیں۔ ان سے ہند بن ابو ہالہ پیدا ہوئے جو رسول اللہ ﷺ کے ربیب یعنی پروردہ تھے، اس کے بعد حضرت خدیجہ کی تیسری شادی رسول اللہ ﷺ سے ہوئی، عام روایت کے مطابق اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی جب کہ رسول اللہ ﷺ صرف پچیس سال کے تھے، حضرت ابراہیم بن ماریہ قبطیہ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھی۔ یعنی حضرت قاسم، حضرت طاہر، حضرت طیب، حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ، اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم وعنہن، یہ سب حضرت خدیجہ سے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ مکہ مکرمہ کی مالدار ترین عورت تھیں، تجارتی کاروبار بہت اونچے پیمانہ پر کرتی کراتی تھیں زمانہ جاہلیت میں اعلیٰ کردار کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ نہایت عاقلہ فاضلہ اور معززہ ومحترمہ خاتون تھیں۔ وہ پہلی مسلمان ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاکر اپنا سب کچھ اسلام پر وقف کر دیا، اور چوبیس سال چھ ماہ تک رسول اللہ ﷺ کی رفیقۂ حیات رہیں۔ اور اپنی دولت، اثر و رسوخ اور فہم وفراست سے کام لے کر مکی دور میں ہر نازک موقع پر اسلام کے لیے سپر بنی رہیں، قدیمۃ الوفاۃ ہونے کی بنا پر وہ فقیہات ومفتیات کے طبقہ میں شمار نہ ہوسکیں مگر واقعہ یہ ہے کہ ان کی ذات اس طبقہ کے لیے سرنامہ وعنوان ہے اور بناتِ اسلام کے دینی اور علمی کارناموں کی حسین داستان میں وہ زیب عنوان ہیں۔

(۱) ام المومنین حضرت عائشہؓ

ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا "فقیہہ امت" کے لقب سے مشہور ہیں، فقہ، حدیث، فرائض، احکام، حلال وحرام، اخبار واشعار، طب وحکمت، غرض کہ بہت سے علوم کی جامع اور اپنے زمانہ میں ان علوم میں سب سے آگے تھیں، ان کی فقاہت اور جامعیت اجلۂ صحابہ میں مسلّم تھی اور سب ہی حضرات ان کے علم وفضل، اصابت رائے اور دینی علم میں تبحر

کے قائل تھے۔

حضرت ابوموسیٰ شعریؓ کا بیان ہے کہ صحابہ جس بات میں شک وشبہ کرکے حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کرتے اس کے بارے میں ان کے پاس صحیح علم پاتے تھے۔ امام زہریؒ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اعلم الناس یعنی سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتی تھیں اور اکابر صحابہ ان سے علمی اور دینی باتیں دریافت کیا کرتے تھے۔

ام مسروقؒ نے کہا ہے کہ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے مشائخ اور اکابر کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت عائشہ سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے، ابوسلمہ عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث وسنن، فقہی آراء، آیت کی شانِ نزول اور فریضہ کے بارے میں اگر سوالات ومعلومات کی ضرورت پڑی ہے تو میں نے حضرت عائشہ سے بڑا عالم نہیں دیکھا، عطاء بن ابی رباح نے شہادت دی ہے کہ حضرت عائشہؓ افقہ الناس، احسن الناس اور عام باتوں میں اعلم الناس تھیں، محمود بن لبید نے بیان کیا ہے۔

كان ازواج النبي ﷺ يحفظن من حديث النبي ﷺ كثيراً ولا مثلاً لعائشة و ام سلمة، وكانت عائشة تفتي في عهد عمر و عثمان الىٰ ان ماتت يرحمها الله وكان الاكابر من اصحاب رسول الله ﷺ عمر و عثمان بعده يرسلان اليها فيسألانها عن السنن۔

عام طور سے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کی حدیثوں کو بہت زیادہ یاد رکھتی تھیں مگر حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ اس بارے میں سب سے آگے تھیں، اور حضرت عائشہ حضرت عمرؓ اور عثمان کے دور خلافت میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ وصال تک فتویٰ دیتی رہیں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد اکابر صحابہ حضرت عمر اور حضرت عثمان ان کی خدمت میں آدمی بھیج کر ان سے احادیث وسنن کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

اسی کو امام زہری نے مختصر طور سے یوں بیان کیا ہے۔

لو جمع علم عائشة الى علم جميع ازواج النبي ﷺ وعلم جميع النساء لكان علم عائشة افضل۔

اگر تمام ازواج مطہرات کا علم بلکہ تمام مسلمان عورتوں کا علم جمع کیا جائے اور اس کے مقابلہ میں حضرت عائشہ کا علم جمع کیا جائے تو ان کا علم سب سے اعلیٰ وافضل ہوگا۔

ہشام بن عروہ کا قول ہے کہ فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ سے بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا ہشام کے والد حضرت عروہ بن زبیر بات بات پر اشعار پڑھنے کے عادی تھے۔ لوگوں نے ایک مرتبہ ازراہ تعجب ان سے کہا کہ آپ کو کس قدر زیادہ اشعار یاد ہیں تو انہوں نے بتایا کہ میری اشعار کی روایت حضرت عائشہ کی روایت کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے ان کے سامنے جب بھی کوئی بات ہوئی تو وہ اس کے مناسب اور حسب حال شعر پڑھ دیا کرتی تھیں حضرت عروہ بن زبیر حضرت عائشہ کے بھانجے تھے۔[1]

ابن قیم نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کے تلامذہ واصحاب میں ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابوبکر اور بھانجے عروہ بن زبیر ان کے فقہی مسائل وآراء سے تجاوز نہیں کرتے تھے، بلکہ ان ہی کے فقہی مسلک پر عمل کرتے تھے۔[2]

حضرت عائشہؓ نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے نیز اپنے والد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

امام ابن حزم نے طبقہ مکثرین بالروایہ میں گیارہ صحابہ کا ذکر کر کے ان کی مرویات کی تعداد بیان کی ہے، جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ بتائی ہے۔

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

من اکبر فقهاء الصحابة و كان فقهاء اصحاب رسول الله ﷺ يرجعون اليها تفقه بها جماعة۔[3]	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑے فقہاء صحابہ میں سے تھیں اور فقہائے صحابہ دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک جماعت نے ان سے فقہ حاصل کی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث رسول اور ان کے فقہی آراء وفتاویٰ کی روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جس میں خاص ان کے رشتہ داروں اور

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۷۴، ص ۳۷۵ اور استیعاب ج ۲ ص ۷۶۶

[2] اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۷

[3] تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۲۶

اہل خاندان کے نام یہ ہیں: بہن ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق، رضاعی بھائی عوف بن حارث بن طفیل، دونوں بھتیجے قاسم بن محمد بن ابوبکر اور عبداللہ بن محمد بن ابوبکر، دونوں بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر اور اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر، دونوں بھانجے عروہ بن زبیر بن عوام، اور عبداللہ بن زبیر بن عوام، (یہ دونوں حضرات اسماء بنت ابوبکر کے صاحبزادے ہیں) بھانجی عائشہ بنت طلحہ، عبداللہ بن ابوعتیق محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عباد بن حبیب بن عبداللہ ابن زبیر، عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر، موالی یعنی غلام ابویونس، ذکوان، ابوعمرو ابن فروخ۔

اور صحابہ میں سے عمرو بن عاصؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، زید بن خالد جہنیؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ربیعہ بن عمرو جرشیؓ، سائب بن یزیدؓ، حارث بن عبداللہ بن نوفل وغیرہ۔

اور اکابر تابعین میں سے سعید بن مسیب، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، صفیہ بنت شیبہ، علقمہ بن قیس، عمرو بن میمون، مطرف بن عبداللہ بن شخیر، ہمام ابن حارث، ابوعطیہ وادعی، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، مسروق بن اجدع، عبداللہ ابن حکیم، عبداللہ بن شداد بن ہاد، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، ان کے دونوں صاحبزادے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، اور محمد بن عبدالرحمٰن بن حارث ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، اسود بن یزید نخعی، ایمن مکی، ثمامہ بن حزن قشیری، حارث بن عبداللہ بن ربیعہ، حمزہ بن عبداللہ بن عمر، خباب صاحب مقصورہ، سالم بن سبلان، سعد بن ہشام بن عامر، سلیمان بن یسار، ابووائل، شریح بن ہانی، زر بن حبیش ابوصالح السمان، عابس بن ربیعہ، عامر بن سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبداللہ بن عثمان، طاؤس، ابوالولید عبداللہ بن حارث بصری، عبداللہ بن شقیق عقیلی، عبداللہ بن شہاب خولانی، ابن ابی ملیکہ، عبداللہ البہی، عبدالرحمٰن بن شماسہ، عبیداللہ بن عمیر لیثی، عراک بن مالک، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، عکرمہ، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین بن علی، عمران بن حطان، مجاہد بن جبر، کریب، مالک بن ابوعامر اصبحی، فروہ بن نوفل اشجعی، محمد بن قیس بن مخرمہ، محمد بن منتشر، نافع بن جبیر بن مطعم، یحییٰ بن یعمر، نافع مولیٰ ابن عمر، ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری، ابوالجوزاء ربعی، ابوالزبیر مکی، خیرہ والدۂ حسن بصری، صفیہ بنت ابوعبید، عمرہ بنت عبدالرحمٰن، معاذہ عدویہ[1]

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۳، ۴۳۴ و ۴۳۵

حافظ ابن حجر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصحاب و تلامذہ کی یہ فہرست لکھ کر "وخلق کثیر" لکھا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ اور بہت سے علماء و فضلاء نے ان سے روایت کی ہے، ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں فوت ہوئیں۔

(۲) ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ یا سہیل کا نام ہند ہے، پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں۔ ان سے ایک لڑکی زینب اور ایک لڑکے عمر پیدا ہوئے، عمر کی پرورش رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی ۲ھ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیوگی کے بعد رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ حدیث وفقہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی تمام عورتوں سے زیادہ علم رکھتی تھیں۔ محمود بن لبید کا قول گزر چکا ہے کہ:

كان ازواج النبی ﷺ يحفظن من حديث النبی ﷺ كثيراً ولا مثلاً لعائشة و ام سلمة[1]

ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بہت زیادہ یاد رکھتی تھیں۔ مگر حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سب سے آگے تھیں۔

ان کے غلام (مولیٰ) شیبہ بن نصاح بن سرجس بن یعقوب اپنے زمانہ کے اہل مدینہ کے امام القراء تھے، حضرت نافع مولیٰ ابن عمر تجوید وقراءت میں ان کے شاگرد ہیں، اور ان کی باندی (مولاۃ) خیرہ امام حسن بصری کی والدہ ہیں[2]

حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اپنے پہلے شوہر ابوسلمہ بن عبدالاسد اور حضرت فاطمہؓ سے روایت کی ہے، اور ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں میں ان کے یہ متعلقین ہیں، صاحبزادے عمر بن ابوسلمہ، صاحبزادی زینب بنت ابوسلمہ، بھائی عامر بن ابوامیہ بھتیجے مصعب بن عبداللہ بن ابوامیہ، موالی نبہان، عبداللہ بن رافع، نافع، سفینہ، ابوکثیر، ابن سفینہ، خیرہ ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ سلیمان بن یسار، اسامہ بن زید بن حارثہ، ہند بنت حارث فراسیہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۷۵

[2] معارف ابن قتیبہ ص ۶۰

صفیہ بنت شیبہ، ابوعثمان نہدی، حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، ان کے بھائی ابواسامہ بن عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعید بن مسیب، ابووائل، صفیہ بنت محصن، شعبی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، ان کے دونوں بیٹے عکرمہ بن عبدالرحمٰن بن حارث اور ابوبکر ابن عبدالرحمٰن بن حارث، قبیصہ بن ذویب، نافع مولیٰ ابن عمر، لیلےٰ بن مملک اور دوسرے علماء و فقہاء نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے۔[1]

(۳) ام المومنین حضرت حفصہؓ

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا پہلے خنیس ابن عبداللہ بن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد ۲ھ یا ۳ھ میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حقیقی بہن ہیں۔ نہایت بزرگ اور صوامہ قوامہ اور صالحہ خاتون تھیں۔ قتال مرتدین کے سلسلہ میں جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمر کی رائے سے جو مصحف لکھا گیا وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بعد حضرت حفصہ ہی کے پاس رکھا گیا تھا اور انہوں نے اس اہم دینی امانت کی کماحقہٗ نگہداشت کی۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد حضرت عمر سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے روایت کرنے والوں میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں۔

بھائی عبداللہ بن عمر، بھتیجے حمزہ بن عبداللہ بن عمر، صفیہ بنت ابوعبید زوجہ عبداللہ بن عمر، ام بشر انصاریہ، مطلب بن ابووداعہ، حارث بن وہب، شتیر بن شکل، عبداللہ بن صفوان بن امیہ، سعراء خزاعی، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، مسیب بن رافع، ابومجلز، ان حضرات کے علاوہ رواۃ کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے ۴۱ھ یا ۴۵ھ میں انتقال فرمایا۔[2]

(۴) ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کا نام رملہ بنت ابوسفیان صخر بن حرب ہے، ابتدائی دور میں

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۶

[2] معارف ابن قتیبہ ص ۵۹ و تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۱۰۔

اسلام لائیں اور اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت حبشہ میں شریک رہیں، پہلے عبیداللہ بن جحش اسدی کے نکاح میں تھیں جن کا انتقال حبشہ میں ہوا، بعد میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

۴۴ھ میں انتقال کیا۔ انہوں نے آخری وقت میں حضرت عائشہؓ کو بلا کر کہا کہ ہمارے اور ہماری سوکنوں کے درمیان جو کچھ ہوا ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے۔ حضرت عائشہؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف کرے اور درگذر فرمائے۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت ام حبیبہؓ سے کہا کہ اس گفتگو سے آپ نے مجھے خوش کر دیا اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خوش کرے پھر حضرت ام حبیبہؓ نے حضرت ام سلمہؓ کو بلا کر یہی بات کہی اور انہوں نے اس کے جواب میں اسی قسم کی عفو و درگذر کی بات کی۔[۱]

حضرت ام حبیبہؓ نے رسول اللہ ﷺ اور زینب بنت جحشؓ سے روایت کی ہے اور ان سے مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کی ہے۔ صاحبزادی حبیبہ بنت عبیداللہ بن جحش اسدی، دونوں بھائی معاویہ بن ابوسفیان اور عتبہ بن ابوسفیان، بھتیجے عبداللہ بن عتبہ ابن ابوسفیان، بھانجے ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ بن اخنس بن شریق، دونوں موالی سالم ابن سوار، اور ابوالجراح، ان کے علاوہ ابوصالح السمان، عروہ بن زبیر، زینب بنت ام سلمہ، صفیہ بنت شیبہ، شہر بن حوشب وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔[۲]

(۵) ام المومنین حضرت میمونہؓ

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا پہلے ابوسبرہ بن ابورہم کے نکاح میں تھیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے مقام سرف میں ان سے نکاح فرمایا اور اسی مقام پر ۳۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مولیٰ اور غلام یسار تھے، جن کے لڑکے عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار، مسلم بن یسار اور عبدالملک بن یسار تھے، یہ چاروں بھائی فقہائے اسلام میں سے تھے، ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے ان کے بارے میں شہادت دی کہ

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۰۰۔

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۱۹۔

انھا کانت من اتقانالله و اوصلنا للرحم۔
وہ ہم سب ازواج نبی میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت میمونہؓ نے انار کا ایک دانہ زمین پر گرا ہوا دیکھا تو اٹھالیا اور کہا:
اِنَّ اللّٰہ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔"

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اور ان سے اِن حضرات نے روایت کی ہے، چاروں بھانجے عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن شداد بن ہاد، عبدالرحمٰن بن سائب، یزید بن اصم، ربیب بن عبداللہ خولانی، باندی ندیہ، موالی عطاء بن یسار اور سلیمان بن یسار، ابراہیم بن عتبہ، عبداللہ بن معبد بن عباس، کریب مولی ابن عباس، عبیدہ بن سباق، عبیداللہ بن عبداللہ ابن عتبہ، عالیہ بنت سبیع وغیرہ۔[1]

(۶) اُمّ المؤمنین حضرت جویریہؓ

ام المؤمنین حضرت جُویریہ بنت حارث بن ابوضرار رضی اللہ عنہا پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں بعد میں رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں، وہ ایک غزوہ میں قیدیوں کے ساتھ آئی تھیں جب صحابۂ کرام کو رسول اللہ ﷺ سے ان کے نکاح کی خبر ہوئی تو آپس میں کہنے لگے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار قیدی اور غلام بنائے جائیں گے؟ اس کے بعد بنو مصطلق کے تمام قیدی آزاد کردیے گئے، چنانچہ اس نکاح کی برکت سے ایک سو خاندان کو آزادی مل گئی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے بعد دن چڑھے گھر میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حضرت جویریہؓ اب تک اپنے مصلّی پر نماز پڑھ رہی ہیں۔ آپ نے ان کو یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَاخَلَقَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔[2]

حضرت جویریہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے، اور ان سے ان حضرات نے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۳۹۔، معارف ابن قتیبہ ص ۶۱، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۳۔
(۲) طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱۸۔

روایت کی ہے، عبداللہ بن عباس، عبید بن سباق، ابوایوب مراغی، مجاہد بن جبر، کریب مولی ابن عباس، کلثوم بن مصطلق، عبداللہ بن شداد بن ہاد، ۵۰ھ یا ۵۶ھ میں انتقال کیا۔[1]

مذکورہ بالا امہات المومنین فقہ وفتویٰ میں خصوصی شہرت اور بصیرت رکھتی تھیں۔ دیگر امہات المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہن اہل بیت رسول کی افراد اور کاشانہ نبوت کی رہنے والی تھیں اور وہ بھی دینی علوم سے حصہ وافر رکھتی تھیں، ان سے بھی احادیث مروی ہیں، چنانچہ حدیث کی کتابوں میں ان کی مرویات اور واقعات موجود ہیں، البتہ مذکورہ چھ امہات المومنین فقہ وفتویٰ اور حدیث میں نمایاں مقام رکھتی تھیں۔

(۷) حضرت فاطمۃ الزہراءؓ

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کے ایک سال بعد ہوا۔ ان کی اولاد میں حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن، حضرت ام کلثوم کبریٰ، حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ عنہم ہیں، حضرت عائشہؓ کی شہادت کے مطابق عورتوں میں حضرت فاطمہؓ اور مردوں میں حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھے، حضرت فاطمہؓ کے بڑے فضائل ومناقب ہیں۔ وصال نبوی کے چھ ماہ کے بعد ان کا وصال ہوا۔

انہوں نے اپنے والد ماجد رسول اللہ سے روایت کی اور ان سے دونوں صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین نے براہ راست اور پوتی حضرت فاطمہ بنت حسین بن علی نے مرسل روایت کی، نیز حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہ، حضرت انس بن مالک، اور حضرت سلمٰی ام رافع نے ان سے روایت کی ہے۔[2]

(۸) حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کا لقب ذات النطاقین ہے، مکہ مکرمہ میں

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۰۷۔

[2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۱۔

ستره آدمیوں کے بعد اسلام لائیں۔ بڑی عاقلہ، فاضلہ اور نبیلہ خاتون تھیں۔ ساتھ ہی سخاوت اور حق گوئی میں مشہور تھیں۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر بن عوام نے یزید کے دور میں مکہ مکرمہ میں اپنی خلافت قائم کی تھی۔ حضرت اسماء سو سال کی عمر میں ۷۳ھ میں فوت ہوئیں۔ اس وقت بھی ان کی نظر اور عقل میں فتور نہیں آیا تھا۔ احادیث میں ان کے بھی بڑے مناقب و فضائل آئے ہیں۔

حضرت اسماء نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اور ان سے ان حضرات نے روایت کی ہے۔ دونوں صاحبزادے عبداللہ بن زبیر، اور عروۃ بن زبیر، بھتیجے عبداللہ بن عروہ بن زبیر، بھتیجی فاطمہ بنت منذر بن زبیر، عباد بن حمزہ بن عبداللہ ابن زبیر، عباد بن عبداللہ بن زبیر، مولی عبداللہ بن کیسان، صفیہ بنت شیبہ، عبداللہ بن عباس، مسلم مصری، ابونوفل بن ابوعقرب، عبداللہ بن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان وغیرہ[1]

(۹) حضرت ام عطیہ انصاریہؓ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا نام نسیبہ بنت کعب یا حارث انصاریہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہو کر زخمیوں اور مریضوں کا علاج کرتی تھیں، ان کے بارے میں ابن عبدالبر نے لکھا ہے۔

کانت من کبار نساء الصحابة	وہ صحابیات میں بڑے مقام و مرتبہ کی مالک تھیں۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی کے انتقال پر ان کے غسل میں شریک تھیں بعد میں غسلِ میت میں ان کی حدیث معتبر مانی جاتی تھی اور بصرہ کے علماء و فقہاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ صحابہ اور تابعین ان سے غسل میت کا طریقہ سیکھتے تھے، ابن عبدالبر نے لکھا ہے۔

حدیثها اصل فی غسل المیت و کان جماعة من الصحابة و علماء التابعین بالبصرة یا خذون عنها غسل المیت۔	ان کی حدیث میت کے غسل کے احکام میں بنیاد ہے، بصرہ کے صحابہ اور علمائے تابعین ان سے غسل میت کا طریقہ سیکھتے تھے۔

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۳۵۷۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمر سے روایت کی ہے اور ان سے حضرت انس بن مالک، محمد بن سیرین، حفصہ بنت سیرین، عبدالملک بن عمیر، اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن ابن عطیہ، علی بن اقمر، ام شراحیل نے روایت کی ہے۔[1]

(۱۰) حضرت امّ شریک انصاریہؓ

حضرت ام شریک کا نام غزیہ یا غزیلہ بنت دودان انصاریہ دوسیّہ ہے، ان کے حالات میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، شہر بن خوشب نے روایت کی ہے۔[2]

(۱۱) حضرت فاطمہ بنت قیسؓ

حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ فہریہ رضی اللہ عنہا حضرت ضحاک بن قیسؓ کی بڑی بہن ہیں۔ قدیمۃ الاسلام ہیں اور انہوں نے ہجرت کے آغاز میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ہے۔ ان کے ظاہری اور باطنی حسن وکمال اور دینی علوم میں فہم وبصیرت کے بارے میں امام ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے۔

وکانت ذات جمال و عقل و کمال	وہ حسن و جمال کے ساتھ عقل وکمال رکھتی تھیں۔
و فی بیتها اجتمع اصحاب الشوریٰ عند قتل عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه۔	حضرت عمر کی شہادت کے بعد ان کے مکان میں اصحاب شوریٰ جمع ہوئے تھے۔

حضرت زبیر بن عوام نے ان کو اِمْرَاۃٌ نَجُودٌ یعنی باہمت وحوصلہ خاتون کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔[3]

حضرت فاطمہ بنت قیس نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اور ان سے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، ابوبکر بن ابوجہم بن ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر بن عوام،

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۸۰۰۔ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۳۵۵۔

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۷۲۔

۳۔ استیعاب ج ۲ ص ۷۷۴۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبید بن مسعود، اسود بن یزید، سلیمان ابن یسار، عبداللہ البہی، محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان، عامر شعبی، عبدالرحمٰن بن عاصم بن ثابت، اور ان کے موالی تمیم نے روایت کی ہے۔[1]

(۱۲) حضرت عاتکہ بنت زیدؓ

حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل قرشیہ عدویہ رضی اللہ عنہا حضرت سعید بن زید کی بہن ہیں، مہاجرات میں سے ہیں، حسن و جمال میں مشہور اور اخلاق کی بلندی میں یکتا تھیں۔

ان کی پہلی شادی حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے ہوئی جو ان کے حسن و جمال پر فریفتہ رہا کرتے تھے، غزوۂ طائف میں ان کی شہادت کے بعد حضرت زید بن خطاب سے شادی ہوئی، جنگ یمامہ میں ان کی شہادت کے بعد حضرت عمر بن خطاب نے ان سے شادی کی، حضرت عمرؓ نے ولیمہ کا خاص اہتمام کیا تھا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت زبیر بن عوام نے عاتکہ سے نکاح کیا اور ان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے بھائی میں آپ کو قتل سے بچانا چاہتی ہوں۔ زبیر بن عوام کی شہادت کے بعد میراث کے بارے میں بات چیت ہوئی تو عاتکہ نے کہا کہ آپ لوگ جو کچھ دیدیں گے بلا چون و چرا قبول کرلوں گی چنانچہ ان کو اسّی ہزار درہم دیئے گئے۔ جن کو قبول کر کے صلح کرلی۔[2]

ان کی خواہش پر حضرت عمرؓ نے ان کو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

چنانچہ جس وقت حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں زخمی کئے گئے۔ حضرت عاتکہ وہاں موجود تھیں۔[3]

حضرت عاتکہ نے حضرت عمرؓ سے نکاح کے موقع پر شرط لگادی تھی کہ وہ ان کو مسجد میں جانے اور حق بات کہنے سے نہیں روکیں گے، چنانچہ حضرت عمر نے ناپسندیدگی کے باوجود ان کو اس کی اجازت دی تھی، بعد میں زبیر بن عوام سے یہی شرط کی اور انہوں نے بھی مسجد نبوی میں جانے

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۴

[2] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۸، ۷۶۹

[3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۶۵

کی اجازت دی، جب عاتکہ عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں جاتی تھیں تو زبیر بن عوام پر بہت شاق گزرتا تھا۔ آخر رہا نہیں گیا اور ایک دن وہ عاتکہ سے پہلے نکل کر راستہ میں چھپ کر بیٹھ گئے جب عاتکہ راستہ سے گزریں تو ان کے جسم پر اپنا ہاتھ مارا، اس واقعہ کے بعد انہوں نے مسجد میں جانا بند کر دیا[1]

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں امام ابن عبدالبر کی التمہید کے حوالہ سے ان واقعات کو اختصار کے ساتھ یوں نقل کیا ہے۔

ان عمر لما خطبها شرطت عليه ان لايضربها و لايمنعها من الحق، ولا من الصلوٰة في المسجد النبوي، ثم شرطت ذلك على الزبير، فتحيّل عليها ان كمن لها لما خرجت الىٰ صلوٰة العشاء فلما مرت به ضرب على عجيزتها فلما رجعت قالت إنا لله فسد الناس فلم تخرج بعد[2]

جب حضرت عمرؓ نے حضرت عاتکہ کو شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے شرط لگائی کہ وہ ان کو نہ ماریں گے اور حق بات کہنے اور مسجد نبوی میں جانے سے نہ روکیں گے، پھر یہی شرط حضرت زبیر سے نکاح کے وقت لگائی، انہوں نے ایک بار یہ ترکیب کی کہ عاتکہ نماز عشاء کے لیے نکلنے والی تھیں کہ راستہ میں چھپ گئے اور وہ سامنے سے گذرنے لگیں تو ان کے جسم پر ہاتھ ماردیا جب واپس ہوئیں تو إنا لله پڑھ کر کہا کہ لوگ بگڑ گئے اس واقعہ کے بعد پھر نماز کے لیے مسجد نبوی میں جانا بند کر دیا۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عاتکہ اکابر صحابہ میں اپنے علم وفضل، عزت و احترام اور شان وشوکت میں اہم مقام ومرتبہ رکھتی تھیں۔

(۱۳) حضرت ام ایمنؓ

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام برکہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی باندی ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں بڑی محبت و شفقت سے کام لیا ہے۔ آپ ان کو ماں کہہ کر پکارتے تھے، اور فرماتے تھے کہ هذه بقية اهل بيتي، آپ نے ان کو آزاد کر دیا تو حضرت عبید بن

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۸، ص ۴۹۹۔

[2] الاصابہ ج۸ ص ۱۲۷۔

زیدؓ سے نکاح کرلیا اور غزوہ حنین میں ان کی شہادت کے بعد حضرت زید بن حارثہؓ سے نکاح کیا جن سے حضرت اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے، غزوۂ اُحد اور غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شریک ہوکر زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی ہے۔

حضرت ام ایمن وصال نبوی پر بہت زیادہ روتی تھیں، لوگوں نے روکا تو کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگا۔ میں اس لیے رورہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی الٰہی کا سلسلہ بند ہوگیا اور ہم نزول وحی سے محروم ہوگئے۔[1]

حضرت ابوبکرؓ اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ سے کہا کرتے تھے کہ آؤ ام ایمن کی زیارت کو چلیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اور ان سے حضرت انس ابن مالک، حنس بن عبداللہ صنعانی، ابویزید مدنی وغیرہ نے روایت کی ہے، خلافت عثمانی کی ابتداء میں انتقال کیا۔[2]

(۱۴) حضرت حولاء بنت تویتؓ

حضرت حولاء بنت تویت بن حبیب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قُصی قرشیہ اسدیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام لانے کے بعد ہجرت کی اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت بھی کی۔[3] عہد رسالت میں زہد وعبادت میں اپنی مثال آپ تھیں۔ ابن حزم نے تصریح کی ہے۔

الحولاء بنت تويت المنقطعة فی الزهد ايام رسول الله ﷺ۔[4]	حولاء بنت تویت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زہد وتقویٰ میں بے مثال تھیں۔

وہ رات بھر جاگتیں اور عبادت کرتی تحیں، جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر لگی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تم لوگ عبادت اور دعا کرنے سے نہیں اکتاتے ہو اللہ تعالیٰ اجر وثواب دینے اور دعا قبول کرنے سے نہیں گھبراتا ہے تم لوگ اسی قدر عمل کے مکلف ہو جس کی طاقت رکھتے ہو۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۲۳۔

[2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۹

[3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۴۴۔

[4] جمہرۃ انساب العرب ابن حزم ص ۱۱۸۔

وہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس سے گزریں، اتفاق سے رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے، حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ حولاء بنت تویت ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ رات بھر جاگتی اور عبادت کرتی ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ جس قدر عمل کر سکتے ہو اسی قدر کیا کرو۔[1] ان کی حدیثیں بخاری، مسلم اور موطا میں مختلف الفاظ سے منقول ہیں۔

(۱۵) حضرت اُم الدرداء الکبریٰؓ

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کا نام خیرہ بنت ابوحدرد اسلمی ہے۔ ان کی نسبت جہیمہ اوصابیہ ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں۔ نہایت عالمہ، فقیہہ، اور عاقلہ، فاضلہ اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ امام ابن عبدالبر نے لکھا ہے۔

و کانت من فضلاء النساء و عقلائهن	وہ نسک و عبادت کے ساتھ طبقۂ نسواں میں
و ذوات الرای منهن، مع العبادة	عاقلہ، فاضلہ اور صاحب الرائے تھیں۔
و النسك۔[2]	

امام ذہبیؒ نے حضرت ام درداء کو طبقۂ صحابہ کے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

کانت فقیهة، عالمة، عابدة ملیحة	وہ فقیہہ، عالمہ، عابدہ، حسینہ و جمیلہ تھیں، اور وسیع علم
جمیلة، واسعة العلم، وافرة العقل،	اور وافر عقل رکھتی تھیں۔

انہوں نے اپنے شوہر حضرت ابودرداء، حضرت سلمان فارسی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ احادیث کی روایت کی ہے، اور ان سے مکحول شامی، سالم بن ابوجعد، زید بن اسلم، اسمٰعیل بن عبیداللہ، ابوحازم مدنی، عطاء کیخارانی، اور کئی دیگر حضرات نے روایت کی ہے۔[3]

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اپنے شوہر ابودرداء سے روایت کی ہے، اور ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے جس میں صفوان بن عبداللہ بن

۱۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۲، اصابہ ج ۸ ص ۵۶

۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۷۹۲۔

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۰

صفوان، میمون بن مہران، زید بن اسلم اور ام درداء الصغریٰ شامل ہیں۔[1]

(۱۶) حضرت زینب بنت ابوسلمہؓ

حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ہیں اس لیے ان کو زینب بنت ام سلمہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ ان سے بے انتہا محبت کرتی تھیں انہوں نے ان کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت زینب بنت ابوسلمہ فقہائے مدینہ میں ممتاز مقام و مرتبہ رکھتی تھیں، مشہور تابعی عالم ابورافع کا بیان ہے۔

کنت اذا ذکرتُ امرأةً بالمدینة فقیهةً ذکرت بنت ابی سلمة۔	میں جب بھی مدینہ منورہ کی کسی فقیہہ عورت کو یاد کرتا تھا تو زینب بنت ابوسلمہ کو یاد کرتا تھا۔

ان ہی کا بیان ہے کہ ایک دن کسی بات پر میں اپنی بیوی پر غصہ ہوا، اور باتوں میں زینب بنت ابوسلمہ کا نام میری زبان پر آگیا تو بیوی بے ساختہ بول اٹھی۔

زینب بنت ام سلمة هی یومئذ افقه امرأة بالمدینة۔	زینب بنت ام سلمہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کی سب سے بڑی فقیہہ عورت ہیں۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور امہات المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت ام حبیبہؓ سے روایت کی ہے، اور ان سے ان کے صاحبزادے ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ، محمد بن عمرو بن عطاء، حمید بن نافع مدنی، عراک بن مالک، عروہ ابن زبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، کلیب بن وائل، علی بن حسین بن علی زین العابدین، ابوقلابہ جرمی وغیرہ نے روایت کی، ۷۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔[2]

(۱۷) حضرت لیلیٰ بنت قانفؓ

حضرت لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۹۲

[2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۲۲

کے انتقال پر ان کے غسل و کفن میں شریک تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ ہم حضرت ام کلثوم کو غسل دے رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ دروازہ سے پکڑا رہے تھے ہم کو کفن کا ایک ایک کپڑا دے رہے تھے۔[1] ان سے داؤد بن عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی نے روایت کی ہے۔[2] بعض کتابوں میں قانف درج ہے مگر حافظ ابن حجر نے اصابہ میں قائف بالفاء قاف کو نون قاف سے اصح تر کہی ہے۔[3]

(۱۸) حضرت سہلہ بنت سہیلؓ

حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہا ابتدائی دور میں مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئیں اور اپنے شوہر حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کے ساتھ ہجرت حبشہ میں شریک رہیں۔ ان کے شوہر ابو حذیفہ کے غلام حضرت سالم تھے، جن کو انہوں نے اپنا متبنیٰ بنالیا تھا، اور وہ اندر آنے جانے لگے تھے۔ اسی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے رضاعت کی صورت بتائی اور سالم ان کے رضاعی لڑکے بن گئے۔ بعد میں حضرت عائشہؓ اس زمانہ کی رضاعت پر رشتۂ رضاعت کا فتویٰ دیا کرتی تھیں مگر دوسری ازواج مطہرات کا کہنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت سہلہ بنت سہیل کو اس بارے میں خاص رخصت و اجازت تھی۔

حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے قبا پہنچ گئے تھے اور اب تک جتنے صحابہ ہجرت کرکے وہاں آگئے تھے ان سب کی امامت وہی کرتے تھے۔[4]

(۱۹) حضرت غامدیہ ازدیہؓ

حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا قبیلہ ازد کی شاخ بنی غامد سے تھیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ان کے رجم کیے جانے کا واقعہ درج ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے

---

1. اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۴۳
2. تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۵۰
3. اصابہ ج ۸ ص ۱۸۴
4. طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۸۷۔

بارے میں فرمایا: لقد تابت توبۃ لو تابہا صاحب مکس لغفر لہ[1]

(٢٠) حضرت ام سلمہ بنت ابو حکیمؓ

حضرت ام سلمہ بنت ابو حکیم رضی اللہ عنہا کی کنیت ام سلیم ہے، ام سلیمان بھی بیان کی گئی ہے۔ نام معلوم نہیں۔ انہوں نے ان نامور صحابیات کی علمی اور دینی صحبت اٹھائی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازوں میں شریک رہا کرتی تھیں۔[2]

(٢١) حضرت ام یوسف برکہ حبشیہؓ

حضرت ام یوسف برکہ حبشیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ کی خادمہ ہیں، ام حبیبہ اپنے پہلے شوہر کے ساتھ ہجرت حبشہ میں شریک رہیں۔ واپسی پر حضرت ام یوسف وہیں سے ان کی خادمہ بن کر آگئیں، اور جب حضرت ام حبیبہ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آگئیں تو حضرت ام یوسف برکہ حبشیہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ چلی آئیں۔[3]

(٢٢) حضرت عمرہ بنت عبد الرحمٰن انصاریہؓ

حضرت عمرہ بنت عبد الرحمٰن بن اسعد بن زرارہ انصاریہ رحمۃ اللہ علیہا مدینہ منورہ کی عالمات تابعیات میں سے ہیں، ان کی تربیت ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمائی ہے، زبردست فقیہہ محدثہ اور عالمہ فاضلہ خاتون تھیں۔ خاص طور سے حضرت عائشہ کی احادیث و فقہی آراء کا علم سب سے زیادہ رکھتی تھیں۔ ابن حبان نے لکھا ہے۔

کانت من اعلم الناس بحدیث عائشۃ۔

ان کے پاس حضرت عائشہ کی احادیث کا علم سب سے زیادہ تھا۔

محمد بن عبد الرحمٰن کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے کہا۔

ما بقی احد اعلم بحدیث عائشۃ من عمرۃ۔[4]

اب کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا جو احادیث عائشہ کو عمرہ سے زیادہ جانتا ہو۔

---

1. تجرید اسماء الصحابہ ذہبی ج ٢ ص ٣٣٥
2. الاستیعاب ج ٢۔ ص ٨٠٣، اسد الغابہ ج ٥ ص ٥٨٩
3. اصابہ ج ٨ ص ٢٧، ص ٢٩٠۔
4. تہذیب التہذیب ج ١٢ ص ٤٣٨

امام زہری کا بیان ہے کہ مجھ سے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ تم طلب علم کے حریص معلوم ہوتے ہو! کیا میں تم کو اس کی جگہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا ضرور بتایئے تو کہا۔

علیک بعمرة بنت عبدالرحمٰن فانها کانت فی حجر عائشة فاتیتها فوجدتها بحراً لاینزف[1]	تم عمرہ بنت عبدالرحمٰن کے پاس جاؤ وہ حضرت عائشہ کی آغوش کی پروردہ ہیں چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان کو علم کا ایسا سمندر پایا جو کم نہیں ہوتا۔

حضرت عمرہ کے پاس احادیث رسول کا ایک نادر مجموعہ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث کی تدوین کے سلسلہ میں اس مجموعہ کو خاص طور سے نقل کرایا۔ ابن سعد کا بیان ہے۔

و کتب عمر بن عبدالعزیز الی ابی بکر بن محمد بن حزم ان انظر ما کان من حدیث رسول اللّٰہ ﷺ او سنة ماضية اوحدیث عمرة فاکتبه فانی خشیت دروس العلم و ذهاب اهله[2]	حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن محمد بن حزم کے پاس لکھا کہ تم تلاش کرو، رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث یا سنت جاریہ، یا عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی حدیث دیکھو اسے لکھ لو۔ کیونکہ مجھے علم دین کے مٹنے اور اہل علم کے ختم ہونے کا ڈر ہے۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ، ام ہشام بنت حارثہ، حبیبہ بنت سہل، ام حبیبہ حمنہ بنت جحش سے روایت کی ہے، اور ان سے صاحبزادے ابوالرجال، بھائی محمد بن عبدالرحمٰن انصاری بھتیجے یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن، پوتے حارثہ بن ابوالرجال، ابوبکر بن محمد بن حزم۔ عبداللہ بن ابوبکر ابن محمد بن حزم، یحییٰ بن قیس انصاری۔ سعد بن سعید بن قیس انصاری، عبدربہ بن سعید بن قیس انصاری، عروہ بن زبیر، سلیمان بن یسار، امام زہری، عمرو بن دینار وغیرہ نے روایت کی، ۹۸ھ یا ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں انتقال ہوا۔[3]

یہ ان بائیس فقیہات و مفتیات کا تذکرہ ہے جو عہد صحابہ میں فقہ و فتویٰ میں مرجع تھیں اور ان کے فتاویٰ، مسائل اور فقہی آراء پر اعتماد کیا جاتا تھا، اور یہ سب بنات اسلام کتاب و سنت کا معتبر

---

[1] تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۶

[2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۸۷

[3] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۸

ومعتمد علم رکھتی تھیں۔

ان کے علاوہ اس دور میں ایسی عالمات و محدثات بھی تھیں جو خاص طور سے حدیث میں امامت کا درجہ رکھتی تھیں اور ان کی احادیث و مرویات کتب حدیث میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں، محدثین نے عہد صحابہ کی محدثات کے نام اور حالات بیان کئے ہیں۔ جن میں مذکورہ بالا فقیہات و مفتیات کے علاوہ دیگر صحابیات بھی شامل ہیں۔ چنانچہ امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ کے طبقۂ اولیٰ میں ۲۳ رکبار صحابہ کے حالات لکھے ہیں۔ جن میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حال بھی ہے، اور طبقۂ ثانیہ میں کبار تابعین کے ذکر ہیں حضرت ام درداء الکبریٰ کو شامل کیا ہے۔ نیز طبقۂ اولیٰ کے حُفاظِ حدیث میں ۲۳ رحضرات کا مفصل تذکرہ کرنے کے بعد ان ۶۴ نُبلاء صحابہ کے نام درج کئے ہیں۔ جن کی مرویات واحادیث عام طور سے کتب حدیث میں موجود ہیں۔ اس کے بعد چودہ حافظات حدیث کے نام یوں دیئے ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ، ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہؓ، ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب عدویہؓ، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان امویہؓ، ام المومنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہؓ، حضرت زینب بنت ابوسلمہ مخزومیہؓ، حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہاشمیہؓ، حضرت ام الفضل لبانہ بنت حارث ہلالیہؓ، ان کی بہن ام المومنین حضرت میمونہؓ، حضرت ام عطیہ نسیبہ انصاریہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہ ہند مخزومیہؓ، حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریہؓ، ان کی بہن حضرت ام سلیمؓ، حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہن [1]

ان چودہ حافظات حدیث میں دس کے تذکرے گزشتہ بیان میں ہو چکے جو کتاب وسنت کی عالمہ فاضلہ ہونے کے ساتھ فقہ وفتویٰ میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ باقی چار یعنی ام الفضل لبانہ بنت حارث ہلالیہ، ام حرام بنت ملحان انصاریہ، ام سلیم بنت ملحان انصاریہ، اور ام ہانی بنت ابوطالب کا مختصر تذکرہ موقع محل کے اعتبار سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریہؓ

حضرت ام حرام بنت ملحان بن خالد انصاریہ رضی اللہ عنہا حضرت ام سلیم کی بہن،

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۵۔

حضرت انس بن مالک کی خالہ اور حضرت عبادہ بن صامت کی زوجہ ہیں، رسول اللہ ﷺ ان سے بہت مانوس تھے اور ان کی بڑی تعظیم وتکریم فرماتے، امام عبدالبر کا بیان ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ یکرمھا، ویزورھا فی بیتھا، و یقیل عندھا و دعا لھا بالشھادۃ۔	رسول اللہ ﷺ ام حرام کا احترام فرماتے، ان کے گھر جا کر ملاقات کرتے، دوپہر میں ان کے یہاں سوتے اور آپ نے ان کو شہادت کی دعا دی۔

صحیح بخاری وغیرہ میں اس سلسلے میں ان کے یہاں رسول اللہ ﷺ کا خواب دیکھنا اور حضرت ام حرام کی اپنی شہادت کی خواہش پر آپ کا ان کو اس کی دعا دینا اور غزوۂ قبرص میں شہادت پانا مذکور ہے، وہ خلافت عثمانی میں ٢٧ھ میں قبرص کی بحری مہم پر اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ شریک ہوئیں۔ ساحل قبرص پر جہاز سے اتریں اور سواری سے گر کر شہید ہوگئیں اور وہیں دفن کی گئیں۔[1]

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اور ان سے انس بن مالک، عمیر بن اسود عنسی، یعلی بن شداد بن اوس، عطاء بن یسار نے روایت کی ہے۔[2]

حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریہؓ

حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا، حضرت ام حرام کی بہن اور حضرت انس بن مالک کی والدہ ہیں ابتدائے اسلام میں اپنی قوم کے ساتھ مسلمان ہوگئیں مگر ان کا شوہر مالک بن نضر ان کی دعوت اسلام پر خفا ہو کر شام چلا گیا، اس کے بعد ابوطلحہ انصاری نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو ان سے کہا کہ

یا ابا طلحۃ الست تعلم ان الٰھك الذی تعبد نبت من الارض ینحرھا حبشی بنی فلان قال بلیٰ، قالت افلا تستحی تعبد خشبۃ ان انت اسلمت فانی لا ارید منك الصداق غیرہ۔	ابوطلحہ! کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ جس معبود کی تم عبادت کرتے ہو، وہ زمین سے اگتا ہے اور فلاں قبیلہ کے حبشی غلام نے اسے تراشا ہے؟ ابوطلحہ نے جب اسے مان لیا تو ام سلیم نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ تم لکڑی کی پوجا کرتے ہو؟ اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا مہر ہوگا۔

---

[1] استیعاب ج ٢ ص ٧٩٠

[2] تہذیب التہذیب ج ١٢ ص ٣٦٢

یہ سن کر ابوطلحہ نے کچھ غور کرنے کے بعد اسلام قبول کرلیا اور حضرت ام حرام نے اپنے صاحبزادے انس بن مالک سے کہا تم ابوطلحہ سے میرے نکاح کا انتظام کرو، وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئی تھیں۔

وکانت من عقلاء النساء[1] | اور عقل مند عورتوں میں سے تھیں۔

حضرت ابوطلحہ انصاری سے حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ انصاری پیدا ہوئے جن کی اولاد میں بڑی برکت ہوئی، ان کے دس لڑکے تھے۔ سب کے سب عالم دین اور محدث وفقیہ تھے اور ان سب سے علم پھیلا، حضرت ام سلیمؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی، اور ان سے صاحبزادے انس بن مالک، عبداللہ بن عباس عمرو بن عاصم انصاری، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے روایت کی۔[2]

حضرت ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہؓ

حضرت ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث بن حزن ہلالیہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت میمونہ کی حقیقی بہن، حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ اور حضرت خالد بن ولید کی خالہ ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد وہ دوسری عورت ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ منجبات میں سے ہیں۔ ان کے بطن سے حضرت عباس کے چھ نجیب وشریف لڑکے پیدا ہوئے۔ فضل، عبداللہ فقیہ، معبد، قثم، عبدالرحمٰن، فضل سے حضرت لبابہ کی کنیت ام الفضل اور حضرت عباس کی کنیت ابوالفضل ہے، رسول اللہ ﷺ کی چچی تھیں۔ آپ خاص طور سے ان کے یہاں تشریف لے جاتے اور آرام فرماتے تھے۔

وروت عنہ احادیث کثیرۃ وکانت من المنجبات۔[3] | انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ احادیث کی روایت کی ہے۔ وہ ان عورتوں میں سے تھیں جن کی اولاد نجیب وشریف تھی۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۹۱، واستیعاب ج ۲ ص ۸۰۳
[2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۷۱۔
[3] استیعاب ج ۲ ص ۷۷۹۔

ایک مرتبہ صحابہ کو شک ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم عرفہ کو روزہ رکھا ہے یا نہیں، تو اسے معلوم کرنے کے لیے حضرت ام الفضل لبابہ نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا جسے آپ نے نوش فرمایا اور معلوم ہوگیا کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا ہے۔[1]

جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے حضرت لبابہ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عباس، کریب مولیٰ عبداللہ بن عباس، تمام، ان کے مولیٰ عمیر بن حارث، انس بن مالک، قابوس بن ابو مخارق، عبداللہ بن حارث بن نوفل نے روایت کی ہے۔[2]

حضرت ام ہانی بنت ابوطالبؓ

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں، فتح مکہ کے وقت اسلام لائیں اور ان کا شوہر ہبیرہ بن ابووہب نجران کی طرف بھاگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو شادی کا پیغام بھیجا تو ان الفاظ میں معذرت کردی۔

یارسول اللّٰہ لانت احبّ الیّ من سمعی وبصری و حقّ الزوج عظیمٌ اخشٰی ان اضیع حق الزوج۔	یا رسول اللہ! آپ مجھے میری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں مگر شوہر کا حق بڑا ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں شوہر کا حق ادا نہ کرسکوں۔

حضرت ام ہانی حضرت علی کے بعد تک زندہ رہیں، صحاح ستہ وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ سے ان کی روایات موجود ہیں۔ ان سے ان کے صاحبزادے جعدہ بن ہبیرہ، پوتے یحییٰ بن جعدہ بن ہبیرہ، دوسرے پوتے ہارون، دونوں غلام ابومرہ اور ابو صالح، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی، عبداللہ بن عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی، عبدالرحمٰن بن ابویعلیٰ، مجاہد، عروہ۔[3] ان کے علاوہ شعبی، عطاء، کریب، محمد بن عقبہ بن ابو مالک نے روایت کی ہے۔[4]

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۲۶۷۔

[2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۹۔

[3] اصابہ ج ۸ ص ۲۸۷

[4] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۸۱

ان محدثات وفقیہات اور مفتیات کے علاوہ طبقۂ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں بے شمار ایسی بنات اسلام تھیں جن کے علم وتفقہ کا شہرہ عام تھا، اور ان سے محدثین نے روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب کی آخری جلد میں کتاب النساء کے تحت اسماء وکنیٰ اور مبہما سمیت تقریباً سوا تین سو محدثات وفقیہات کا ذکر کیا ہے اور تقریب التہذیب أو تہذیب التہذیب میں ان کی تعداد ساڑھے تین سو کے قریب بتائی ہے، نیز روایۃ النساء عن النساء کے ماتحت انیس (۱۹) نامعلوم محدثات کا حال لکھا ہے۔

مراجع و مآخذ

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر	تہران
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	ابن حجر	مصر
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابن عبد البر	حیدرآباد
الاکمال	ابن ماکولا	حیدرآباد
اعلام الموقعین	ابن قیم	مصر
بغیۃ الملتمس فی رجال الاندلس	احمد بن یحییٰ ضبی	مصر
تاریخ ابن خلکان	ابن خلکان	مصر
تاریخ بغداد	خطیب بغدادی	مصر
تاریخ جرجان	حمزہ بن یوسف سہمی	حیدرآباد
تاریخ مکہ	احمد سباعی	مصر
تجرید اسماء الصحابہ	ذہبی	مصر
تذکرۃ الحفاظ	ذہبی	حیدرآباد
تہذیب التہذیب	ابن حجر	حیدرآباد
جمہرۃ انساب العرب	ابن حزم	مصر
ذیل العبر	ذہبی	کویت
ذیل العبر	حُسینی	کویت
جامع بیان العلم	ابن عبد البر	مصر
طبقات المفسرین	شمس الدین محمد بن علی احمد داؤدی	مصر

رسالہ المسترشدین	حارث محاسبی	مصر
شفاء الغرام فی تاریخ البلد الحرام	فاسی مکی	مصر
صفوۃ الصلوۃ	ابن جوزی	حیدرآباد
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد واقدی	بیروت
طبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ	عبدالقادر تمیمی مصری	مصر
طبقات الحنابلہ	ابویعلیٰ موصلی	مصر
العبر فی خبر من غبر	ذہبی	کویت
العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین	فاسی مکی	مصر
عنوان الدرایہ فیمن کان من العلماء فی المائۃ السابعۃ فی بجایہ	ابوالعباس احمد غبرینی	مصر
المعارف	ابن قتیبہ	مصر
المنتظم	ابن جوزی	حیدرآباد
وفیات الاعیان	ابن خلکان	اصفہان
مناقب الامام احمد	ابن جوزی	مصر
المحدث الفاصل	رامہرمزی	بیروت
رجال السند والہند	قاضی اطہر مبارکپوری	بمبئی

مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری کے مطبوعہ تصانیف کی فہرست

اردو تصانیف

۱۔عرب و ہند عہد رسالت میں
۲۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں
۳۔اسلامی ہند کی عظمت رفتہ
۴۔خلافت راشدہ اور ہندوستان
۵۔خلافت امیہ اور ہندوستان
۶۔خلافت عباسیہ اور ہندوستان
۷۔دیار پورب میں علم اور علماء
۸۔تذکرۂ علماء مبارکپور
۹۔مآثر و معارف
۱۰۔اخبار و آثار
۱۱۔تدوین سیر و مغازی
۱۲۔خیر القرون کی درس گاہیں
۱۳۔ائمۂ اربعہ
۱۴۔ بنات اسلام کی علمی و دینی خدمات
۱۵۔اسلامی نظام زندگی
۱۶۔افادات حسن بصری
۱۷۔مسلمان
۱۸۔الصالحات
۱۹۔تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں
۲۰۔اسلامی شادی
۲۱۔معارف القرآن
۲۲۔طبقات الحجاج
۲۳۔علی و حسین
۲۴۔حج کے بعد
۲۵۔خواتین اسلام کی علمی و دینی خدمات
۲۶۔قاعدہ بغدادی سے بخاری تک
۲۷۔کاروان حیات
۲۸۔مسلمانوں کے ہر طبقہ اور پیشہ میں علم و علماء

عربی تصانیف

۲۹۔رجال السند و الهند الى القرن السابع
۳۰۔العقد الثمين فى فتوح الهند ورد فيها من الصحابة و التابعين
۳۱۔الهند فى عهد العباسيين
۳۲۔جواهر الاصول فى علم حديث الرسول
۳۳۔تاريخ اسماء الثقات
۳۴۔ديوان احمد (مجموعۂ اشعار)

وہ تصانیف جن کا اردو سے عربی میں ترجمہ ہوا اور شائع ہوئیں

۳۵۔العرب و الهند فى عهد الرسالة
۳۶۔الحكومات العربية فى الهند و السند
۳۷۔المجد المغابر للهند الاسلامى